دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دار العلوم

جلد: ۹۱	ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق جنوری ۲۰۰۷ء	شمارہ: ۱

نگراں	مدیر
حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

ہندوستان سے فی شمارہ -/۱۰ روپئے، سالانہ -/۱۰۰ روپئے

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۶۰۰ روپئے

بنگلہ دیش سے سالانہ -/۱۲۵ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۱۵۰ روپئے

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Mob. : 09411077577 *(EDITOR)*
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

R. N. I. No. 2133/57

DARUL ULOOM Monthly (Urdu) Printed, Published by Maulana Marghubur Rahman, Owned by Darul Uloom Grush. Published From Deoband, Saharanpur, U.P. Printed at Darul Uloom Printing Press Deoband, Saharanpur
Editor : Maulana Habibur Rahman Azmi

فہرست مضامین

نمبرشمار	نگارش	نگارش نگار	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	حبیب الرحمٰن اعظمی	۳
۲	وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے وقت برائے ذبح اضحیہ میں مکان اضحیہ....	مفتی رشید احمد فریدی	۷
۳	فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کے چالیس ارشادات	مرتب: ایم ایم ابوعثمان علی	۲۱
۴	ای کوڈ (E. Code) کی شرعی حیثیت ناپاک چیزوں کی ملاوٹ کا شرعی حکم	مولانا اسلم اللہ خاں	۳۲
۵	مفتی بے نقاب یا میڈیا کی مسلم دشمنی بے نقاب	محمد اللہ خلیلی قاسمی	۴۶
۶	نام نہاد مہذب دنیا کا دوہرا رویہ	ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی	۵۵

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات مولانا نورالحسن ولد عبدالستار صاحب (مرحوم) مکتبہ معاویہؓ داؤدوالا ڈاکخانہ کرم علی والا، براستہ شجاع آباد ضلع ملتان کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

ہماری دینی درس گاہوں کا اصل موضوع قرآن وسنت اورفقہ اسلامی ہے انہیں کی تعلیم وتعلّم افہام وتفہیم، تعمیل اتباع اور دعوت وتبلیغ مدارس عربیہ دینیہ کا مقصود اصلی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دینی تعلیمی وتربیتی ادارے علوم شریعت اسلامی کے نقیب اور خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے فرائض سہ گانہ: تلاوت قرآن، تعلیم کتاب اور تفہیم حکمت وسنت کے وارث ہیں۔

ماضی قریب میں ان تعلیمی مراکز نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور اس قابل صدفخر امانت کو اخلاف تک منتقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ ہماری علمی وثقافتی تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف کئے بغیر کوئی منصف مزاج نہیں رہ سکتا۔ آج کے انتشار پذیر اور مادیت کے فروغ کے دور میں بھی یہ اسلامی مدارس اپنے وسائل وذرائع کے مطابق مصروف عمل ہیں اور ملت اسلامیہ کی اولین واہم ترین ضرورت کی کفالت کررہے ہیں۔ بھلا اس سچائی کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ کفر وفسق کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے موجود ماحول میں اسلامی تہذیب ومعاشرت اور دینی رسوم وعبادات کے جو روشن آثار نظر آرہے ہیں وہ واسطہ وبالواسطہ انہیں درسگاہوں کے جہد وعمل کا ثمرہ ہیں۔

مدارس دینیہ کا یہی وہ کردار ہے جو اسلام بیزار طبقہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے، کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان مدرسوں کی آزادانہ کارکردگی کا یہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا اسلام اور مسلمانوں کی اسلامی شناخت کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال دینے کا ان کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکے گا۔ اس لئے آج یورپ وامریکہ کی زیر سرپرستی عالمی پیمانہ پر اسلامی درسگاہوں کے نظام تعلیم وتربیت میں ترمیم وتنسیخ کے لئے منصوبہ بند مہم چل رہی ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ سقوط روس کے بعد ہمارے ملک کی قومی حکومتوں کا جھکاؤ امریکہ کی جانب ہے اور چاروناچار اظہار وفاداری کے لئے انہیں کی آواز میں آواز ملانا ہی پڑتا ہے۔ یہ مدرسہ بورڈ کا قیام بھی غالب گمان یہی ہے کہ اسی اظہار وفاداری کا ایک حصہ ہے۔ اور مدارس کو اس بورڈ سے وابستہ کرکے دراصل انہیں بے جان بنادینے کی ایک شاطرانہ ترکیب ہے۔

آخر اس کی کیا توجیہ کی جائے کہ خود حکومت کے بیان کردہ اعداد وشمار کے مطابق مدارس عربیہ دینیہ میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد صرف دو فیصد۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلم بچوں کی اٹھانوے فیصد تعداد اسلامی مدارس سے دور سرکاری اسکولوں کالجوں وغیرہ میں زیر تعلیم ہوگی یا ان میں کی ایک معقول تعداد اپنے والدین کی خانگی مجبوری کی بنا پر بچہ مزدوری کی صف میں شامل ہوگئی ہوگی مسلمانوں کی اقتصادی وتعلیمی کمزوری کے بارے میں سچر کمیٹی نے جو رپورٹ دی ہے اس کے پیش نظر قرین قیاس یہی ہے کہ اس اٹھانوے فیصد کی تعداد میں اکثریت تعلیمی مشغلہ سے الگ ہی ہوگی۔ پھر جو بچے سرکاری اسکولوں اور کالجوں وغیرہ میں پڑھتے ہیں ان میں خود سرکاری بیان کے مطابق تقریباً ساڑھے پانچ فیصد درمیان ہی میں تعلیمی سلسلہ کو منقطع کرکے گھر بیٹھ رہتے ہیں اس لئے عقل وانصاف اور ہمدردی وغمخواری کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے اٹھانوے فی صد مسلم بچوں کے روشن مستقبل کی فکر کی جائے اور ان کے معاش ومفاد کی خوشحالی کی تدبیریں سوچی جائیں۔ لیکن ہماری قومی وزارت تعلیم کو ان مسلم بچوں کی کوئی فکر نہیں اور فکر ہے تو صرف ان دو فیصد بچوں کی جو دینی ومذہبی مدرسوں میں تعلیم وتربیت حاصل کررہے ہیں ہماری وزارت تعلیم اور اس کے غمخوار وزیر انہیں کے فکر معاش میں دبلے ہورہے ہیں۔ وزارت تعلیم کا یہ رویہ بجا طور پر یہ شبہ پیدا کررہا ہے کہ ان دو فیصد بچوں کے بہانے وہ مدرسہ بورڈ بالواسطہ سے ملک کی دوسری اکثریت قوم مسلم سے ان کے دستوری حق کو چھیننا چاہتی ہے اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ مسلمان اپنے دستوری حق کے مطابق اپنی مرضی کے مطابق اپنے مذہبی ادارے چلائیں۔ انہیں سرکار کے قانونی شکنجے میں کسنے کے لئے ہی یہ مدرسہ بورڈ قائم کیا گیا ہے۔

کیونکہ اس سرکاری مدرسہ بورڈ سے ملحق ومنسلک ہوجانے کے بعد ان مدارس کی خودمختار حیثیت اور آزادی مجروح ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور اس قسم کی مداخلت سے آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد روحانی واخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور صدیوں سے آزمودہ طریقۂ کار کو درہم برہم کرکے رکھ دے گا۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور دائرۃ المعارف حیدرآباد کی مثالیں

ہمارے سامنے ہیں۔ ان اداروں کا سرکاری تحویل میں آجانے کے بعد کیا حشر ہوا وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سرکاری اداروں میں آئے دن تجاویز وترمیمات کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان بدلتے ہوئے اضافوں وقراردادوں کے ساتھ مدارس عربیہ سکون واطمینان کے ساتھ فروغ اشاعت دین وتحفظ قرآن وسنت اور ترویج علوم دینیہ کی اپنی خدمات کو کیونکر باقی رکھ سکتے ہیں۔ نیز آئے دن بدلتی ہوئی حکومتوں، اور ان کے اہل کاروں کے بدلتے ہوئے رجحانات ونظریات کے ساتھ مدارس عربیہ اپنی خودمختاری کو (جوان کا دستوری حق ہے) بھلا کیسے باقی رہ سکیں گے۔

پھر دینی مدارس کی اصلاح کا یہ منصوبہ کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے، فرقہ پرست پارٹیاں اور تنظیمیں نیز لادین طبقہ دینی مدارس کی آزادانہ کارکردگی کو ہمیشہ سے تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا اور ان کے حق خوداختیاری کو چھین لینے کی تدبیر سوچتا اور اسکیمیں بناتا رہا ہے۔ کون اس سے ناواقف ہوگا کہ فرقہ پرست طاقتیں ایک عرصہ سے مدارس اسلامیہ کے سر یہ الزام تھوپنے کی ناروا کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں یہاں دہشت گرد تیار کئے جاتے ہیں حالانکہ آج تک وہ اپنے اس غیرمعقول دعویٰ پر ثبوت پیش نہیں کرسکیں اور نہ قیامت کی صبح تک پیش کرسکتی ہیں۔ ان کے اس بیہودہ پروپیگنڈہ کا مقصد یہی ہے کہ وہ کسی طرح ان مدارس کو قومی مجرم بتلاکر انہیں بند کرانے میں کامیاب ہوجائیں۔ یہ مدرسہ بورڈ بھی مدارس کو بے روح بنادینے کی ایک خوشنما اور دلفریب ترکیب ہے، یہ دام خوش رنگ بھی دراصل اسی اصلاح مدارس کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے ایک سیکولر حکومت اور اس کے سیکولر وزیر کے ذریعہ بچھایا گیا ہے۔

آج جو لوگ اس مدرسہ بورڈ کی وکالت وحمایت کررہے ہیں اگر ان کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ موجودہ وزارت تعلیم دینی مدارس کے علماء وطلبہ کی خیرخواہ ہے اور انہیں کی فلاح وبہبود کے لئے یہ بورڈ قائم کررہی ہے اس بات کو تسلیم کرلینے کے باوجود بھی ملت اسلامیہ کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر اس بہانے ایک بار مدارس سرکاری تحویل میں دیدئے گئے تو ان کی حیثیت کسی نہ کسی حد تک سرکاری اداروں کی ہوجائے گی۔ آج اگر ایک سیکولر اور مسلم اقلیتوں کے حقوق کی رعایت کرنے والی سرکار ہے تو کل فرقہ پرست اور مسلم بیزار سرکار بھی آسکتی ہے پھر اس وقت سرکاری قانون کے شکنجے میں کسے ان مدارس کا حشر کیا ہوگا وہ دن کے اجالے کی طرح روشن ہے اگر ہمارے ان علماء کرام کو جو مدرسہ بورڈ کی حمایت اور اس کی سودمندی پر لچھے دار تقریریں کررہے ہیں اور اخباروں

میں بیانات، مراسلات چھپوارہے ہیں مدارس کی یہ حیثیت گوارا ہے تو بڑے شوق سے مدرسہ بورڈ سے ملحق ہوجائیں اور سرکاری مراعات سے فیض یاب ہوں، مگر اس بات کو بھی ذہن میں ملحوظ رکھیں کہ کل کا حقیقت پسند مؤرخ ان مدرسوں کی تباہی کی تاریخ مرتب کرے گا تو میر جعفر وصادق کی صف میں انہیں کھڑا کرے گا۔

ہماری ان علماء کرام سے گذارش ہے کہ سرکاری تعلیم گاہوں میں جو نصاب تعلیم رائج ہے اس سے ایک جہاں کا جہاں استفادہ کررہا ہے اور ہزاروں میں ایک آدھ فرد اپنی آخرت وعاقبت سنوارنا چاہتا ہے، اگر مدرسہ بورڈ کے اشارہ کے مطابق وہی سرکاری نصاب کلی یا جزوی طور پر دینی مدارس میں بھی جاری کردیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہزاروں میں سے ایک فرد کو جو دین سیکھنے کے لئے دینی مدارس کو قبلۂ توجہ بناتا تھا اس کے لئے کوئی پناہ گاہ باقی نہیں رہے گی اس لئے دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں کے سانچے میں ڈھالنے کی بجائے یہی بہتر ہے کہ ان مدارس کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور جو لوگ سرکاری مراعات کے خواہشمند ہوں وہ دینی مدارس کے بجائے عصری تعلیم گاہوں سے استفادہ کریں۔ دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں کلی یا جزوی طور پر تبدیل کرکے ان کی اصلی حیثیت کو بدل دینا یہ ایسا جرم ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

آخر میں ہم موجودہ حکومت اور وزارت تعلیم اور اس کے سیکولر وزیر سے بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم بچوں کے سلسلے میں ان کی خیرخواہی واخلاص سرآنکھوں پر لیکن دینی مدارس کے بارے میں یہ سرکاری مدرسہ بورڈ خود حکومت کے لئے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوگا۔ اور ملت اسلامیہ ہند کی اکثریت ان سے منحرف ہوجائے گی جس کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں اس لئے وسعت قلبی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کے حق مذہبی تعلیم پر کسی قسم کی قدغن لگانے سے احتراز کیا جائے اور چند خوشامدیوں اور اغراض پسندوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر کوئی ایسا اقدام نہ کریں جو ملک کی دوسری اکثریت کے اندر بے چینی واضطراب کا باعث بنے۔ کیونکہ اس سے خود حکومت اور ملک کا ہی نقصان ہوگا۔

❁ ❁ ❁

وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے

وقت برائے ذبح اضحیہ میں مکان اضحیہ ہی کا اعتبار ہے

از: مفتی رشید احمد فریدی

قابل احترام لائق تکریم حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ آنجناب بعافیت ہوں گے۔

مسئلہ قربانی سے متعلق نئے موقف کا علم ہونے پر بندہ نے تحقیق کے لئے کتب ذیل کا مطالعہ کیا: بدائع الصنائع، مجمع الانہر، ملتقی الابحر، الدر المنتقی، ہدایہ، بنایہ، عنایہ، فتح القدیر، تکملہ فتح، کنز الدقائق، فتح المعین حاشیہ شرح کنز، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، شرح نقایہ، السعایہ، نور الانوار، حسامی، نامی حاشیہ حسامی، تقریر وتحبیر وغیرہ (اور الفقہ علی مذاہب الاربعہ) حاصل مطالعہ اور تفتیش کے خلاصہ کو ''قربانی کے نفس وجوب اور وجوب اداء وشرط اداء - اور - مکان اضحیہ کے اعتبار کی تحقیق'' کے نام سے مقالہ کی شکل میں مرتب کرکے اہل علم کی خدمت میں روانہ کیا۔ چند ہفتوں کے بعد نئے موقف کی تائید میں سہارنپور سے ایک تحریر آئی اور کراچی پاکستان سے ان کے سابق فتویٰ کا خلاصہ آیا اِن دونوں کے اجمالی جواب کے بعد ایک دوسرا مختصر اور اہم مقالہ ''سبب اور محل وجوب کی تدقیق'' تیار کرکے مفتیان کرام کی خدمت میں بھیجا۔

ان تحریرات میں فقہی صریح دلائل کی بنیاد پر راقم کو یقین تھا بلکہ ہے کہ ذی علم علماء جب عمیق اور وسیع نظر سے مطالعہ فرمائیں گے تو ضرور حقیقت آشکارہ ہوجائے گی اس لئے خیال تھا کہ آنے والی عید الاضحیٰ (۱۴۲۶ھ) سے پہلے پہلے حسب سابق تعامل کے مطابق کوئی تحریر یا فتویٰ کسی بڑے صاحب قلم کی طرف سے ظاہر ہوجائے گا تاکہ عامۃ المسلمین بلکہ عام علماء کی تشویش ختم ہوجائے۔ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ کی تعطیل کے بعد نئے موقف کے مخالف نتائج کو واضح اور مرتب کرنے لگا پھر مرادآباد کے فتویٰ پر اصول کی روشنی میں تحقیقی نظر ڈالی تو کئی تسامحات سامنے آئے جو تحریر میں لائے گئے۔ بایں ہمہ تذبذب دور نہ ہوا اور خطاء وذہول کا پردہ چاک نہ ہوا تو ایک تیسری تحریر ''وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے الخ'' مفصل ومبرہن تیار کی گئی۔ اب یہ سب تحریریں بھی اہل علم کی خدمت میں بھیجی جارہی ہیں جن سے نئے موقف کے خدوخال اور حقیقت حال سے کماحقہ واقف ہوجائیں گے مذکورہ بالا تمام تحریرات میں تاریخ تالیف وترتیب بھی درج ہے۔

اہل علم سے بصد ادب عرض ہے کہ بندہ یقیناً کم علم وبے مایہ ہے، ناچیز کے پاس ہے ہی کیا کہ سر اونچا کیا جائے اور جھولی میں جو کچھ ہے وہ اساتذہ کرام کی دی ہوئی علمی بھیک ہے فللّٰہ الحمد علی ذلک۔ پس فقیر بے نوا

علمائے ربانی میں کسی ایک کے مقام ومرتبہ کے پاسنگ بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ان کی خاک پا کی ہمسری بھی نصیب ہوجائے تو زہے سعادت۔ میں نہ علمائے حق کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں نہ اُن سے مراء وجدال مطمحِ نظر ہے نہ اپنی تحریروں سے سمعہ وشہرت کا طالب اور نہ کسی پر فوقیت جتانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان خصالِ ذمیمہ سے میری اور میری ذریت کی حفاظت فرمائے اور تاحیات صراط مستقیم پر گامزن رکھے، آمین۔ علمائے کبار تو اپنے اپنے مقام پر علم کے پہاڑ اور فیض کے سمندر، اور ناچیز ذرۂ بے وقار وقطرۂ بے مقدار ہے چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ مگر اس علو مرتبت اور رفعت شان کے باوجود بہرحال وہ انسان ہیں اور انسان خطاء ولغزش سے بری نہیں ہے۔

پس راقم آثم اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود کتب فقہ کے اصولی وفقہی صریح دلائل کے پیش نظر پورے یقین اور وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اِس مسئلہ خاص میں ہمارے علماء سے ذہول ہورہا ہے اور فتاویٰ اسی پر متفرع ہیں۔ بندہ النُصح لائمة المسلمین (الحدیث) کی بنیاد پر لوجہ اللہ علمائے وقت کی خدمت میں مؤدّبانہ عِرض پرداز ہے کہ مسئلہ قربانی میں نئے اختلاف کا سبب وقت سے نفس وجوب مراد لینا ہے۔ وقت کا سبب وجوب ہونا بالکل مسلّم مگر اصولاً وجوب کی دوقسمیں نہ ہوتیں، اور وقت کو فقہاء سبب وجوب اداء قرار نہ دئے ہوتے، اور سببیت وقت میں انتقال نہ پایا جاتا تو بلاشبہ کراچی ومرادآباد وغیرہ کا فتویٰ علی الرأس والعین۔

لہٰذا کاتب الحروف اہل علم سے درخواست کرتا ہے کہ بندہ کی تمام تحریرات کو وسیع اور گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں پھر اپنے تأثر سے آگاہ فرمائیں اور ان تحریرات میں کہیں بھی علمی وقلمی فروگذاشت ہو اس سے ناچیز کو ضرور مطلع فرمائیں گے میں آپ کا ممنون وشکرگذار ہوں گا۔ فقط

رشید احمد فریدی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد:

فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق عام مشائخ احناف کے نزدیک وجوب کی دوقسمیں ہیں: (۱) ایک اصل وجوب (نفس وجوب) (۲) وجوبِ اداء۔ مقصود بالذات چونکہ اداء ہے نہ کہ نفس وجوب اس لئے وجوبِ اداء مطلوب ہوا مگر اصل وجوب غیر معتبر بھی نہیں ہے۔ شریعت نے مختلف مواقع میں نفس وجوب (اصل وجوب) کا اعتبار کیا ہے۔ پھر یہ نفس وجوب تو اداء سے منفک (علیحدہ) اور مقدم ہوتا ہے اور وجوبِ ادا، اداء سے متصل اور اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ وجوبِ اداء وقت سے متعلق اور وابستہ رہتا ہے۔ وقت پر نفس وجوب کا مدار نہیں ہے۔ کیونکہ وقت کی تخصیص وتحدید اداء کیلئے کی گئی ہے نہ کہ نفس وجوب کیلئے۔ (مقالہ اولیٰ، ص:۲۰۱) حسامی، بدائع تقریر وتحبیر وغیرہا۔

(۱) عبادات میں نفس وجوب کا مدار ایسے چند امور پر ہے جو مکلّف کی صفات ہیں اسلام، عقل، بلوغ، اقامت، حریت، غناء (مالک نصاب ہونا) اور استطاعتِ زاد وراحلہ اِن امور کے پائے جانے پر علی حسب اختلاف العبادۃ مکلّف کے ذمہ اعمال کا وجوب ہوتا ہے یہ وجوب من جانب اللہ ہے۔ یہی نفس وجوب ہے یا اسے مکلّف ہونا کہتے ہیں اِن امور کو حضرات فقہاء عموماً

شرائط وجوب سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ حج کا مکلّف ہونے یعنی حج کے نفس وجوب کیلئے فقط بیت اللہ کا وجود کافی نہیں ہے جس کو فقہاء نے سبب قرار دیا ہے بلکہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً (قرآن پاک) مستطیع یعنی زاد وراحلہ پر قادر ہونا شرط ہے یہ استطاعت وقدرت مکلّف ہی کی صفت ہے۔ اور عبادت مالیہ میں علاوہ شرائط تکلیف کے حر اور مالک نصاب ہونا بھی شرط ہے۔ اور بعض چیزوں کا وجوب من جانب العبد ہوتا ہے یعنی بندہ کے اختیار میں ہے جیسے دمِ قران، دمِ تمتع اور اشیاء منذورہ خواہ وہ قربت بدنی ہو یا مالی اِس وجوب کا مدار بھی صفاتِ مکلّف پر ہے یعنی قارن، متمتع ہونا یا ناذر ہونا فقہاء کرام اُسے سبب سے تعبیر کرتے ہیں۔ (مقالۂ ثانیہ، ص:۱)

قربانی بالاتفاق مالی عبادت ہے اس لئے قدرت علی المال تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک ضروری ہے ائمہ ثلثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے پس عاجز پر بالاتفاق قربانی نہیں ہے۔ البتہ قدرت کی حد میں تفصیل ہے۔

تنقسم شروط الاضحیة الی قسمین شروط سنیتها وشروط صحتها فاما سنیتها فلا تسن للعاجز عنها وفی حد القدرة تفصیل المذاهب.

الحنفیة قالوا القادر علیها هو الذی یملك مائتی درهم. الحنابلة قالوا: القادر علیها هو الذی یمكنه الحصول علی ثمنها ولو بالدَین اذا كان یقدر علی وفاءِ دَینه. المالكیة قالوا: القادر علیها هو الذی لایحتاج الی ثمنها لامر ضروری فی عامه فاذا احتاج الی ثمنها فی عامه فلا تسن. الشافعیة قالوا: القادر علیها هو الذی یملك ثمنها زائدًا عن حاجته وحاجة من یعول یوم العید وایام التشریق. (الفقه علی مذاهب الاربعة ج۱)

احناف کے نزدیک قربانی کے وجوب (نفس وجوب) میں بنیادی شرط غناء ہے۔ لان العبادة المالیة متوقفة علی المال (عمدة الرعایه ج:۳، ص:۳۸) اذا الغناء یوجب الاحسان وهو یحصل بالنصاب (نورالانوار، ص:۲۷۴) لان الغناء یوجب المواساة (حسامی، ص:۱۲۲) وشرائطها الاسلام الیسار الذی یتعلق به صدقة الفطر... (موسر) لان العبادة لاتجب الا علی القادر وهو الغنی دون الفقیر (مجمع الانهر، ج:٤، ص:١٦٦) اذ لا نِزَاع لاحد فی ان علة وجوب الاضحیة علی الموسر هی القدرة

علی النصاب (تکلمه فتح القدیر، ج:۹، ص:٥٠٧) غرض یہ کہ قدرت علی النصاب مع دیگر امور کے مدارِ (اصل) وجوب ہے خواہ آپ اسے علت کہیں یا شرط یا لغۃً سبب کہہ لیں بہرحال ''قدرت'' مکلّف کی صفت ہے پس اِن صفات (شرائط وجوب) سے جو وجوب متحقق ہورہا ہے وہ نفس وجوب ہے یعنی وجوب فی الذمہ چنانچہ بدائع میں ہے لان الموسر تجب علیه الاضحیة فی ذمته . اور اس کا محل ذاتِ مکلّف ہے یہ نہ وقت پر موقوف ہے نہ وقت کے ساتھ مقید ہے۔ امور مذکورہ بالا (صفات) کے شرائط وجوب ہونے کے دلائل کتب فقہ ہدایہ، بدائع وغیرہ میں مطالعہ فرمائیں۔

اب اُس واجب فی الذمہ کی ادائیگی جو درحقیقت امر الٰہی سے واجب ہے عقلاً ہمہ وقت ہونی چاہئے تھی مگر تیسیراً علی الناس ایام مخصوصہ اور اوقات متعینہ میں اداء کو کافی مان کر زمان مخصوص کی آمد کو خطاب الٰہی کے متوجہ ہونے کی علامت اور ادائیگی تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب قرار دیا گیا لان الخطاب یتوجه بعده (هدایه) كوقت الصلاة المكتوبة لها فانه سبب محض علامة علی الوجوب (تقریر وتحبیر، ج:۲، ص:۱۵۵) اور وقت مکلّف کی صفت نہیں ہے ہاں اداء (فعل) کیلئے وقت وزمان کا ہونا ضروری ہے کہ فعل بغیر زمان کے نہیں پایا جاتا اس لئے وقت مخصوص کی آمد سے جو وجوب متحقق ہوتا ہے اس کا اصل تعلق اداء سے ہے اسی لئے اس کو وجوبِ اداء کہتے ہیں اور اداء کا جو محل ہوگا اس کے حق میں بواسطۂ اداء وقت کا اعتبار کیا جائیگا چنانچہ نماز، روزہ میں محل اداء خود ذاتِ مکلّف ہے اور زکوٰۃ وقربانی میں محل اداء مال، جانور ہے۔ پس نفس وجوب اور وجوبِ اداء دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ وجوبِ اداء وقت پر موقوف ہے اس سے قبل نہیں ہوتا ہے۔ ان دونوں میں بیّن فرق ملاحظہ فرمایئے (مزید مقالۂ اولی، ص:۱ دیکھئے)

ونصاب الزكوة قبل مضی الحول ... فانه علةٌ اسمًا لانه وضع لوجوب الزكوة ویضاف الیه الوجوب بلاواسطة ومعنًی لانه مؤثر فی وجوب الزكوة اذ الغناء یوجب الاحسان وهو یحصل بالنصاب لا حكما لتأخر وجوب الاداء إلی حولان الحول (نورالانوار ص:٢٧٤) وكذا فی حسامی ص:١٢٢. وعبادة فیها معنی المؤنة كصدقة الفطر فانها فی اصلها عبادة ملحقة بالزكوٰة ولهذا شرط لها الغناء (نورالانوار)

حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت محقق اور عمدہ طریقہ سے سمجھایا ہے:

الاصل فی هذا ان المال النامی سببٌ لوجوب الزكوة والحول شرط لوجوب

الاداء فاذا وجد السبب يصح الاداء مع انه لم يجب (شرح وقايه)

قوله الاصل فی هذا . حاصله ان ههنا امرين احدهما نفس الوجوب وهو كون الشیء فی الذمة وكونها غير فارغ عنها الا بالاداء او بالابراء وثانيهما وجوب الاداء وسبب نفس الوجوب هو المال النامی بالقيود المذكورة سابقا فاذا وجد ذلك اشتغلت ذمة المالك بالزكوة ووجبت عليه و وجوب الاداء انما يتحقق بحولان الحول فصحة الاداء متفرعة علی وجوب ذلك الشیء فی نفسه فاذا وجد سبب الوجوب صح الاداء وان لم يجب بعد بخلاف مالم يكن عنده نصاب مطلقا فانها لم تجب عليه فلا يصح اداء ها مقدمًا. قوله مع انه لم يجب الحاصل ان تحقق سبب الوجوب يجب الشیء فی الذمة فاذا وجد المال النصاب وجبت فی الذمة وتعلقت بالزكوة واما وجوب الاداء الموقوف علی مطابعة الشارع فهو انما يتحقق بعد حولان الحول. (عمدة الرعايه، ج:۱، ص:۲۲۸)

فقہ واصول فقہ کے اِن حوالوں سے واضح ہوگیا کہ وجوبِ ادا، وقت مخصوص ومعین کی آمد پر ثابت ہوتا ہے اورنفس وجوب کا تعلق ملک نصاب سے ہے اور یہ مسلّم ہے کہ قربانی مالی عبادت ہے زکوۃ وصدقۃ الفطر کی طرح اسی لئے تینوں عبادتوں میں مالک نصاب ہونا شرط ہے اورنصاب کا حوائج اصلیہ سے فارغ ہونا بھی ضروری ہے اور زکوۃ میں مال نامی ہونا بھی شرط ہے پس جو کوئی مسلمان آزادنصاب کے بقدر مال نامی کا مالک ہواور وہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہوتو اب مالی تینوں عبادتوں کا مکلّف ہوگیا یعنی تینوں عبادت کا نفس وجوب ذمہ میں آ گیا پھر زکوۃ میں سال بھر کا گذرنا۔ صدقۃ الفطر میں صبح یوم الفطر کا پانا اور قربانی میں ایام نحر کا ہونا یہ سب وجوب ادا، کے لئے شرط ہے اس سے پہلے وجوب نہیں ہوتا یعنی اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ شرعاً غنی ہونے کی وجہ سے اس کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اگر کسی نے دیدیا تو اس کا صدقہ ادا نہیں ہوگا۔ یہ حکم نفس وجوب پر ہی عائد ہوتا ہے۔ لہٰذا مکلّف ہونا تینوں عبادتوں میں شرعی غنا، پر موقوف ہے اور وقت پر اس کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

(۲) عبادتِ غیر موقتہ یعنی جس کی ادا، مقید بالوقت نہیں ہے۔ جیسے زکوۃ وصدقۃ الفطر ان میں وجوب ادا، حولانِ حول سے یا صبح یوم الفطر کے پانے سے ہوتا ہے اس سے قبل نہیں اسی طرح عبادتِ موقتہ (نماز، روزہ اور قربانی) میں بھی وجوب ادا، وقت پر موقوف ہے چنانچہ فقہاء نے

وقت کو سبب وجوب قرار دیا ہے اور سببیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے و سببها الوقت وهو ايام النحر لان السبب انما يعرف بنسبة الحكم اليه ... ولا نزاع فی سببيّة ذلك ومما يدل علی سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع الصلاة عليه (نهايه ۳/۱۱) لیکن وجوب خواہ اسے مشترک لفظی کہہ لیں جس کے دو معنی ہیں یا کلی جس کے دو جزئی ہیں یا مطلق کہہ لیجئے جسکے دو فرد ہیں ایک نفس وجوب (اصل وجوب) دوسرا وجوبِ ادا، اصولی وفقہی صراحت کے مطابق سببیتِ وقت میں اس سے مراد سبب وجوب ادا، ہے کیونکہ وقت سے ادا، کا تعلق ہے نفس وجوب کا نہیں۔ دلیل نمبر(۱) کے تحت ملاحظہ فرما چکے ہیں مزید صریح دلائل مطالعہ فرمائیں۔

و وجه ذلك ما تقرر فی علم الاصول من ان وجوبَ الاداء فی الموقتات التی يفضل الوقت عن ادائها كالصلاة ونحوها انما يثبت آخر الوقت اذهنا يتوجه الخطاب حقيقة لان فی ذلك الآن يأثم بالترك لاقبله حتی اذا مات فی الوقت لا شیء عليه . والاضحية من هاتيك الموقتات فتسقط بهلاك المال قبل مضی وقتها ولا تسقط بهلاكه بعد مضی وقتها لتقرر سبب وجوب ادائها (تكمله فتح القدير ۹/۵۰۸) وقد يجامع الشرط السبب مع اختلاف النسبة كوقت الصلاة فانه شرط بالنسبة الی الاداء وسبب بالنسبة الی وجوب الاداء . (تقرير وحبير ۲/۱۰۲)

پس جب وقت وجوب ادا، کا سبب ہوا تو وقت سے ثابت ہونے والے وجوب کا اصلاً ادا، سے تعلق ہوا اور پھر محل ادا، سے متعلق ہوگا وههنا الواجب فی الوقت اراقة الدم ... لان الوجوب تتعلق بالاراقة ... ولانها قربة تتعلق بالمال. (بدائع) چنانچہ نماز، روزہ میں اِس وجوب کا تعلق ذاتِ مکلّف سے ہے اور وہی محل ادا، ہے اس لئے مکلّف کے حق میں وقت کی ابتدا، وانتہا، کا اعتبار کیا جائے گا اور قربانی میں اضحیہ کے حق میں اعتبار ہوگا کیونکہ وہی محل ادا، (ذبح) ہے یہ بات عقلاً وفقہاً بالکل قطعی ہے۔ پس قربانی کا جانور جہاں ذبح کیا جانا ہے خواہ ذبح کرنے والا خود من علیہ الاضحیہ ہو یا اس کا وکیل ونائب ہو ذبح اضحیہ کیلئے وقت کا اعتبار ضروری ہے۔

(۳) واجبات موقتہ (نماز، روزہ اور قربانی) میں باتفاق جمیع الفقہاء، وقت شرطِ ادا، یعنی شرط صحۃ ادا، ہے وكل موقّت فالوقت شرط لادائه لانه لا يتحقق بدونه (تقرير و تحبير ۲/۱۷۵) الوقت شرط لادائها علی ما عرف فی اصول الفقه (فتح القدير ۹/۵۰۷) اور یہ صرف احناف ہی کے نزدیک نہیں بلکہ دیگر ائمہ مجتہدین کے نزدیک بھی مثلاً یہی قربانی جوائمہ

ثلثہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے ان کے نزدیک بھی وقت شرط ادا ہے۔

واما شروط صحتها فمنها السلامة من العيوب ... ومنها الوقت المخصوص فلا تصح اذا فعلت قبله او بعده وفى بيانه تفصيل المذاهب .

الحنفية قالوا: يدخل وقت الاضحية عند طلوع فجر يوم النحر وهو يوم العيد ويستمر الى قبيل غروب اليوم الثالث وهذا لايختلف فى ذاته بالنسبة لمن يضحى فى المصر او يضحى فى القرية و لكن يشترط فى صحتها للمصرى ان يكون الذبح بعد صلاة العيد.

المالكية قالوا : يبتدئ وقت الاضحية لغير الامام فى اليوم الاول بعد تمام ذبح الامام ويبتدئ وقتها لِلِامام بعد الفراغ من خطبته بعد صلاة العيد او مضى زمن قدر ذبح الامام اضحيته ان لم يذبح الامام ويستمر وقتها لآخر اليوم الثالث ليوم العيد ويفوت بغروبه .

الحنابلة قالوا: يبتدئ وقت ذبح الاضحية من يوم العيد بعد صلاة العيد فيصح الذبح بعدالصلاة وقبل الخطبة ولكن الافضل ان يكون بعد الصلاة والخطبة ... واذا كان فى جهة لا يصلى فيها العيد كالبادية واهل الخيام ممن لا عيد عليهم فان وقت الاضحية يبتدئ فيها بمضى زمن قدر صلاة العيد ... وآخر وقت ذبح الاضحية اليوم الثانى من ايام التشريق. فايام النحر عندهم ثلثة يوم العيد ويومان بعده.

الشافعية قالوا: يدخل وقت ذبح الاضحية بعد مضى قدر ركعتين وخطبتين بعد طلوع الشمس يوم عيد النحر وإن لم ترتفع الشمس قدر رمح ولكن الافضل تاخيره الى مضى ذلك من ارتفاعها ويستمر الى آخر ايام التشريق الثلثة. (الفقه على مذاهب الاربعه ۷۲۱/۱)

پس ائمہ اربعہ کے نزدیک مطلق قربانی (یعنی واجب، سنت، نفل سب) کیلئے وقت شرطِ ادا ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک چونکہ قربانی کی ایک قسم واجب ہے اور یہی وقت اس کا سبب وجوب ہے لہٰذا اب وقت دو حیثیتوں (شرط ادا، سبب وجوب ادا) کا جامع ہوا ان الوقت سبب لوجوبها وشرط لادائها (فتح القدير ۵۰۶/۹) فان قلت جعلتَ الوقت سببًا فكيف يكون شرطاً قلتُ هو سبب للوجوب وشرط للاداء (عناية على هامش الفتح

۲۱۶/۱) اور وقد يجامع الشرطُ السببَ مع اختلاف النسبة كوقت الصلاة فانه شرط بالنسبة الى الاداء وسبب بالنسبة الى وجوب الاداء (تقرير) یعنی وقت شرط ادا تو ہے ہی اب اگر قربانی واجب ہے جس کی مقدار غیر واجب (سنت ونفل) قربانیوں کے مقابلہ قلیل ہے تو شرط کے ساتھ سببیت بھی مجتمع ہوگی اسی لئے قد یجامع تقلیل کا صیغہ لیکر آئے۔ اور ... لاتجوز قبل دخول الوقت لان الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز اقامة الواجب كوقت الصلاة (بدائع ۷۳/۵) صاحب بدائع نے بجائے سبب الوجوب کے شرط الوجوب کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی وجہ مقالہٴ اولی ص:۷ پر درج ہے: اور المعتبر مكان الاضحية کا ضابطہ (اسی وقت بحیثیت) شرط ادا کے حق میں ہے۔

(۴) وقت سبب وجوب ہے اور سبب وقت میں فقہاء کے نزدیک انتقال پایا جاتا ہے یعنی وقت مخصوص کا وہ جزء جو ادا سے متصل ہے اسے سبب قرار دیتے ہیں اگر اوّل وقت میں ادا کا وجود ہو تو وہی سبب کہلائے گا ورنہ سببیت منتقل ہوگی اپنے مابعد کی طرف حتیٰ کہ وقت اخیر میں فعل واجب کا وجود ہوا تو اسے سبب کہیں گے ورنہ وقت نکل جانے کے بعد پورے وقت کو قضاء کے حق میں سبب قرار دیتے ہیں اور اسی انتقالِ سببیت کی وجہ سے وقت کے جس حصہ میں ادا پائی جائے گی اُس وقت کی صفت عارضی کا اثر وجوب میں ظاہر ہوگا کہ وقت صحیح کی وجہ سے وجوب کامل اور وقت فاسد کی وجہ سے وجوب ناقص مرتب ہوگا ذیل میں صاحب عنایہ شرح ہدایہ کے کلام کو غور سے مطالعہ فرمائیں اور حسامی، ص:۳۳ وغیرہ کتب میں بھی یہ مضمون دیکھا جائے۔

وقد تقدم ان سبب الصلاة اوقاتها لكن لايمكن ان يكون كل الوقت سببًا لانه لو كان كلُّه سببا لوقع الاداء بعده لوجوب تقدم السبب بجميع اجزائه على المسبب فلايكون اداءً وليس دليل يدل على قدر معين منه كالربع والخمس اوغيرهما فوجب ان يجعل بعض منه سببًا واقل ما يصلح لذلك الجزء الذى لا يتجزأ والجزء السابق لعدم ما يزاحمه اولىٰ فان اتصل به الاداء تعين لحصول المقصود وهو الاداء وان لم يتصل ينتقل الى الجزء الذى يليه ثم وثم الى ان يضيق الوقت ولَمْ يَتَقَرَّرُ على الجزء الماضى لانه لو تقرر كانت الصلاة فى آخر الوقت قضاء وليس كذلك لما سنذكر. فكان الجزء الذى يلى الاداء هو السبب او الجزء المضيق او كل الوقت ان لم يقع الاداء فيه لان الانتقال من الكل الى الجزء كان لضرورة وقوع الاداء خارج الوقت

علی تقدیر سببیة الکل وقد زالت فیعود کل الوقت سببًا ثم الجزء الذی یتعین سببًا تعتبر صفته من الصحة والفساد فان کان صحیحًا بان لایکون موصوفًا بالکراهة ولا منسوبًا الی الشیطان کالظهر وجب السبب کاملاً فلا یتأدّی ناقصًا. وان کان فاسدا ای ناقصًا بان یکون منسوبا الی الشیطان کالعصر یَسْتَأنِفُ وقت الاصرار وجب الفرض فیه ناقصاً فیجوز ان یتادی ناقصًا لانه اداه کما وجب بخلاف غیرها من الصلوات الواجبه باسباب کاملة فانها لا تقضی فی هذه الاوقات لان ما وجب کاملاً لایتأدی ناقصًا وقد ذکرنا ذلك فی الانوار والتقریر مستوفی بعون اللّٰه وتائیده.
(عنایة شرح الهدایه فی هامش فتح القدیر ۲۳۴/۱)

کیا نفس وجوب جو متعلق بذمۃ المکلف ہوتا ہے اس میں بھی انتقال پایا جاتا ہے اور کیا نفس وجوب میں بھی وجوب کامل اور وجوب قاصر کا فرق ہے اور اداء وقت میں نہ پائے جانے کی صورت میں کیا پورے وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دیں گے؟ اور اگر وقت کے جزء اوّل ہی کو بالتعیین سبب کہتے ہیں تو دوسرے وقت میں وہ عمل (مامور بہ کی ادائیگی) اداء کہلائے گا یا قضاء؟ وغیرہ سوالات پیدا ہوں گے۔

یہی حال یعنی انتقالِ سببیت قربانی کے وقت وجوب میں بھی ہے والاصل ان ما وجب فی جزء من الوقت غیر عین یتعین الجزء الذی ادی فیه الوجوب أوْ آخر الوقت کما فی الصلاة وهو الصحیح من الاقاویل علی ما عرف فی اصول الفقه (بدائع) ... لما ذکرنا ان الوجوب عند الاداء او فی آخر الوقت فاذا مات قبل الاداء مات قبل ان تجب علیه کمن مات فی وقت الصلاة قبل ان یصلیها انه مات ولا صلاة علیه کذا ههنا (بدائع ۶۵/۵)

اور نفس وجوب تو اداء سے منفک (جدا) مقدم ہی رہتا ہے اور نہ ہی اس میں انتقال ہے پس لامحالہ وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے۔ لہٰذا وقت کو نفس وجوب کا سبب مان کر اس پر حکم (فتویٰ) کی بناء رکھنا صحیح نہیں ہے۔

(۵) وقت اگر نفس وجوب کا سبب ہوتا تو اہل بلغاریہ جیسے لوگوں کے حق میں جن کو عشاء کا وقت قطعاً نہیں ملتا ہے فقہائے کرام کا نہ اختلاف ہوتا اور نہ ہی قضائے عشاء کے وہ قائل ہوتے حالانکہ صحیح وراجح اور مفتی بہ قول کے مطابق عشاء کی قضاء واجب ہے معلوم ہوا کہ وہ عشاء بلکہ وتر

کے بھی مکلّف ہیں وفاقدُ وقتیهما مکلفٌ بهما (درمختار) تو باوجود وقت مخصوص یعنی سبب وجوب نہ پائے جانے کے نماز کا مکلّف ہونا دلیل ہے کہ وقت پر نفس وجوب کا مدار نہیں ہے اور جس پر تکلیف شرعی موقوف ہے وہ اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ملکیت وغیرہ امور ہیں۔ ہاں وقت جس کا سبب ہے یعنی وجوب اداء، کا سو اس کے نہ پائے جانے کی وجہ سے کوئی بھی فقیہ اہل بلغاریہ کے حق میں اداء کے وجوب کا قائل نہیں ہے۔ الاداء فرض الوقت ولم یقل به احد اذ لایبقی وقت العشاء بعد طلوع الفجر اجماعًا وایضا فان من جمله بلادهم ما یطلع فیها الفجر کما غربت الشمس کما فی الزیلعی فلم یوجد وقت قبل الفجر یمکن فیه الاداء (شامی ۱۹/۲ مطبوعه بیروت) دیکھئے مقالہ ثانیہ، ص:۴۰۔

تنبیہ

اگر خیال کیا جائے کہ عرف میں تو وقت سے ہونے والے وجوب کو ہی نفس وجوب کہتے ہیں اور بعض فقہاء کی عبارت سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے جیسے وسبب وجوبها اوقاتها والامر طلب اداء مَاوجب فی الذمة بسبب الوقت (عنایة) تو بات درحقیقت یہ ہے کہ وقت کی آمد سے نماز، روزہ میں جس فعل معین (یعنی ارکان مخصوصہ، امساک مخصوص) کا وجوب ہو رہا ہے اس کا صدور اور وقوع خود مکلّف کی ذات سے ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں نیابت جائز نہیں ہے۔ الاصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معین انه لا یقوم غیره مقامه کما فی الصلاة والصوم وغیرها (بدائع ۶۶/۵) لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وقت کی آمد سے مکلّف کے ذمہ وجوب آرہا ہے مگر یہ ادائے واجب کا وجوب ہے نفس وجوب نہیں ہے۔ اور ادائے واجب ہی شرعاً مقصود ہے اور نفس وجوب اُسی اداء کے لئے مطلوب ہے اس لئے عرف میں وجوب اداء کو ''نفس وجوب'' یا محض ''وجوب'' سے ذکر کرتے ہیں لیکن اصولاً واصطلاحاً دونوں میں فرق ہے۔ فافهم وتدبر۔ یعنی نفس وجوب (ذمہ کا مشغول بالواجب ہونا) یہ متعلق بالمکلف ہے کیونکہ باعتبار صفاتِ مکلّف ہے۔ اور وجوب بسبب الوقت (یعنی تفریغ الذمہ عن الواجب) متعلق بالاداء ہے اور بواسطہ اداء محل اداء کی صفت ہوسکتی ہے جو عبادت مالی، زکوٰۃ وقربانی میں مال اور جانور کی صفت اور اس سے متعلق ہے اور عبادت بدنی نماز، روزہ میں وجوب بسبب الوقت محل اداء (مکلّف) سے متعلق ہے پس نماز روزہ میں دونوں وجوب کا محل ایک ہی ہے اور زکوٰۃ وقربانی میں دونوں کا محل بھی الگ الگ

ہے۔ (دیکھئے مقالۂ ثانیہ، ص:۳) بہرحال وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے وقت سے نفس وجوب مراد لینے میں قطعاً ذہول ہورہا ہے۔

(۶) ''وقت کو سبب نفس وجوب ماننے کے مخالف نتائج''، مضمون کے تحت سات نتائج ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک مستقل دلیل ہے کہ وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے ورنہ یہ منفی نتائج مرتب نہ ہوتے۔ ان میں نمبر (۳) کی کچھ تفصیل یہ ہے۔ سنئے

خیر القرون سے اب تک ۱۲/۱۳ سو سال میں امت مسلمہ سلف وخلف، متقدمین ومتأخرین، اکابر علماء اصاغر صلحاء اور اولیاء محققین کے علاوہ بے شمار عوام مسلمین نے جتنی قربانیاں کی ہیں ان میں بہت سی قربانیاں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے قبل از وقت (بلکہ بعد از وقت بھی) کی گئی ہوں گی وہ سب نئے فتاویٰ کے اعتبار سے ضائع اور رائیگاں ہوئیں نہ ہی واجب ادا ہوا اور نہ ہی ثواب ملا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ متواتر عمل کی خاص مثال کہ اللہ کے بعض بندے دنیا کے مختلف خطوں میں حرم واہل حرم کی عظمت ومحبت میں حجاج کی معرفت قربانی کا جانور یا اس کی رقم حرم بھیج دیتے ہیں تاکہ ان کی طرف سے دسویں ذی الحجہ کو قربانی کی جائے یا حاجی کے ساتھ اس کی ہدی میں حصہ دار ہوجائے اور یوم النحر کو حاجی جب اپنی ہدی (قران یا تمتع یا افراد) کا جانور ذبح کرے تو ساتھ ہی دوسرے شریک کی قربانی بھی ادا ہوجائے جبکہ رویت ہلال کی بناء پر ایک دن کا اور شمسی تقویم کے حساب سے صبح صادق وغیرہ اوقات میں فرق دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں یقینی اور قطعی ہے۔ اس تعامل کی یہ دو بنیادیں ہوں گی:

(۱) ایک تو یہی اراقۃ الدم (ذبح نحر) قربت غیر معقولہ ہے اور ایسی عبادت شرع میں جس طرح وارد ہو اس کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ چنانچہ شریعت نے اضحیہ (قربانی) اور دم قران وتمتع کی ادائیگی کیلئے زمان کو خاص ومتعین کردیا ہے اور عقلاً ذبح کیلئے کہ وہ فعل ہے زمان کا ہونا ضروری بھی ہے پس عقل ونقل دونوں کے مطابق ذبح اضحیہ وہدی میں وقت کا اعتبار ضروری ہوا اس لئے مکان ذبح اضحیہ وہدی کے حق میں ایام نحر شرط ہے۔

(۲) دوسری بنیاد اس قربت کی ادائیگی کیلئے محل ذبح بَدَنہ (بڑے جانور) میں شرکت کی اجازت اور جہت قربت کا عموم اور وسعت ہے۔

ولو ارادوا القربة الاضحية او غيرها من القرب اجزاهم سواء كانت القربة واجبة او تطوعاً او وجبت على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت

بان اراد بعضهم الاضحية و بعضهم جزاء الصيد و بعضهم هدى الاحصار و بعضهم كفارة شيء اصابه فى احرامه و بعضهم هدى التطوع و بعضهم دم المتعة والقران – وهذا قول اصحابنا الثلثه. (بدائع ۵/۷۱) حتیٰ کہ اس میں عقیقہ کی بھی اجازت ہے۔

پس اگر کسی بدنہ (اونٹ، گائے) میں سات الگ الگ شرکاء ہوں جیسا اوپر مذکور ہوا اور صاحب اضحیہ مثلاً ہند میں ہے جہاں یوم النحر عموماً ایک دن بعد ہوتا ہے اور قارن ومتمتع نے حرم میں دسویں تاریخ کو ہدی ذبح کی تو چونکہ اضحیہ اور دم قران وتمتع وافراد کے ذبح کے لئے ایام نحر کا ہونا ضروری ہے اور اس کا ہی اعتبار ہے لہٰذا فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق قربانی اور قران وتمتع وغیرہ کا دم بھی صحیح ہوگا اور مُحصر کا اپنے احرام سے نکلنا درست ہوگیا اور کفارہ بھی ادا ہوگیا رہا نفس وجوب تو وہ ایام نحر سے قبل ہی موجود ہے۔ یعنی غناء، احرام قران وتمتع، احصار، قتل صید اور جنایت کی وجہ سے وجوب ثابت ہوچکا ہے اور یہ امور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔

اب اگر نفس وجوب وقت سے مان کر کہا جائے کہ ہندوستانی غنی کی قربانی مکہ میں یوم النحر کو درست نہیں ہے تو صورت مذکورہ بالا میں کسی کا واجب ادا نہ ہوا کیونکہ (اراقۃ الدم) یعنی فعل ذبح فعل واحد ہے اس لئے ایک حصہ بھی غلط ہوا تو ذبح قربت (عبادت) ہی نہیں بنا نہ قربانی ہوئی نہ حاجی کا دمِ شکر ادا ہوا نہ جزاء وکفارہ ادا ہوا اور نہ ہی محصر کا دم صحیح ہوا تو اس کا احرام سے نکلنا بھی درست نہیں ہوگا۔ اور اتنی صدیوں میں کتنے ہی ایسے واقعات ہوئے ہوں گے۔

وقت سے نفس وجوب ماننے سے صدیوں کا تعامل غلط ثابت ہوگا اور مفاسد کثیرہ پیش آئیں گے۔

(۷) جو مسلمان شرعاً غنی ہو اور غنی وہ ہے جو حوائج اصلیہ اور دین سے فاضل نصاب کا مالک ہو وہ مالی عبادتوں کا مکلّف ہونے کے سواء تمام فقہاء لکھتے ہیں کہ وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے اس کے لیے نہ زکوٰۃ وصدقہ لینا جائز ہے اور نہ ہی کسی نے اس کو دیا ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی اس حکم میں اولاد صغار بھی غنی باپ کے تابع ہے غنی شرعی کا یہ حکم عام ہے کسی زمان کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں ہے اگر مالک نصاب ہونے کے باوجود شریعت اس کو غنی نہیں مانتی اور وقت مخصوص ہی میں غنی تسلیم کرتی بالفاظ دیگر وقت سے نفس وجوب ثابت ہوتا جیسا کہ نئے فتاویٰ کا مبنیٰ ہے تو اوقات مخصوصہ میں وہ غنی مستحق زکوٰۃ نہ رہتا اور وقت گذر جانے کے بعد مستحق ہوجاتا۔ (دیکھئے ہدایہ وغیرہا من الکتب)

بالفرض اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے جیسا کہ اس وقت سمجھا جارہا

ہے تو بندہ پورے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ ماضی کے فقہاء ضرور ذکر فرماتے۔ اتنی اہم اور بنیادی چیز کو ہرگز ترک نہ فرماتے۔ فانهم اَعْمَقُهُمْ علمًا .

مذکورہ عقلی ونقلی دلائل اصولی وفقہی صریح عبارتوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ وقت وجوب اداء کا سبب ہے نفس وجوب کا نہیں اور سببیت وقت میں انتقال پایا جاتا ہے اس لئے وقت مخصوص میں جب بھی اداء (مثلاً قربانی) ہوگی سبب وجوب کے بعد ہی ہوگی اس سے قبل نہیں ہوسکتی کیونکہ سبب تو وقت کا وہ جزء سابق ہے جو اداء سے متصل ہے۔ پس اس مسئلہ خاص میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی ومتّعنا بعلومہ وفیوضہ کی مفتی عمر فاروق ڈیسائی صاحب (لندن) کے فتویٰ کی تائید ”....جبکہ زیر بحث مسئلہ میں قربانی قبل سبب الوجوب واقع ہورہی ہے....“ میں تسامح ہے۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص قربانی کا مکلّف ہے اور وہ وہی ہے جو زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کا بھی مکلّف ہے اور زکوٰۃ وصدقہ کا نفس وجوب مالک نصاب پر آتا ہے اور قربانی کے وجوب کے لئے مقیم ہونا بھی شرط ہے لہٰذا مسلم آزاد مقیم مالک نصاب شخص کی قربانی چاہے خود ذبح کرے یا دوسرا وکیل اور وکیل چاہے من علیہ الاضحیہ کے مقام میں ہو یا دور علاقہ میں جیسے آج کل افریقہ، برطانیہ، امریکہ، پنامہ، باربڈوز، آسٹریلیا یا سعودی وغیرہ ملکوں کے مالداروں کی قربانی ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش وغیرہ ملکوں میں یا اس کے برعکس بلکہ ملک میں ایک صوبہ والوں کی قربانی دوسرے صوبہ میں حتیٰ کہ صوبہ میں ایک ضلع والوں کی قربانی دوسرے ضلع میں شہر میں نماز عید کے بعد (کہ نماز عیدالاضحیٰ کی ادائیگی شہر میں ذبح کیلئے شرط ہے) اور جہاں شرعاً نماز عید نہیں ہوتی ہے خواہ دیہات ہو یا جنگل صبح صادق کے فوراً بعد بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ وقت کا اعتبار مکان ذبح اضحیہ کے حق میں کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کیلئے مقالہ ثانیہ کا مطالعہ کیا جائے)

وانما يعتبر فى هذا مكان الشاة لامكان من عليه هكذا ذكر محمدؒ فى النوادر وقال انما انظر الى محل الذبح ولا انظر الى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن ابى يوسف يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه وانما كان كذلك لان الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لامكان المفعول عنه. (بدائع ۵/۷۳)

اور من علیہ الاضحیہ کے حق میں شرائط وجوب کا اعتبار کیا جائے گا۔ وقت وجوب اداء کا من علیہ الاضحیہ کے حق میں (اگر وہ ذابح نہیں ہے) ہونا ضروری نہیں ہے نفس وجوب کافی ہے۔

ہاں قربانی ذبح کرنے والے کے حق میں ایام نحر شرط ہے واول وقتها اى اول وقت تضحية الاضحية (بعد فجر النحر) مجمع الانهر ۴/۱۶۹، لايجوز لاحد ان يضحّى قبل طلوع الفجر الثانى من اليوم الاوّل من ايام النحر. بدائع ۵/۷۳.

پس مفتی اعظم گجرات فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ کا فتویٰ اس زیر بحث مسئلہ میں فقہ واصول فقہ کی روشنی میں بالکل صحیح ہے قطعاً اس میں کوئی تسامح نہیں ہے۔

اور مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی دامت برکاتہم کا وہ فتویٰ جو ندائے شاہی کے فتویٰ شائع ہونے کے بعد دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔ قربانی جہاں کی جاتی ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا ہندوستان میں قربانی ہوگی تو اسی ملک کی تاریخ ۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ کا اعتبار ہوگا اور انہی تاریخوں میں قربانی کی جائے گی افریقہ، لندن وغیرہ ملکوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ (بلکہ اندرون ملک بھی جہاں جانور ذبح کیا جارہا ہے وہاں کا وقت ابتداء وانتہاء معتبر ہوگا) یہی صحیح ہے اسی کو تسلیم کرنا چاہئے اور یہی تعامل چلا آرہا ہے جو فقہ واصول فقہ کی تصریحات کے مطابق برحق ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اسی میں امت کیلئے یسر وسہولت ہے۔ ان اللّٰه يريد بكم اليسر ولا يريد بكم العسر. (قرآن پاک)

فقط والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم

وما علينا الا البلاغ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے
امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
کے چالیس ارشادات (از نہج البلاغہ)

مرتب: ایم ایم ابوعثمان علی

اللہ وحدہ لاشریک لہٗ سے محبت

ارشادالٰہی ہے: ’’کچھ لوگ اللہ کے ساتھ (ذات وصفات اور حقوق میں) اوروں کو شریک بتاتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے۔ اور ایمان والے تو اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں‘‘۔ (بقرہ ع ۲۰ پ ۲)

حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے تھے چند ارشادات ملاحظہ فرماکر عقیدۂ توحید درست کریں۔

(۱) میں خدائے پاک کی حمد کرتا ہوں اس کی نعمت کی تکمیل، اس کی عزت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اسکی نافرمانی سے بچنے کیلئے اس کی مدد کا طالب ہوں اس کی کفالت کا محتاج ہوں جسے وہ ہدایت دے وہ گمراہ نہیں ہوسکتا اور جس کا وہ دشمن ہوجائے وہ نجات نہیں پاسکتا جس کا وہ ضامن ہوجائے وہ پریشان نہیں ہوسکتا —— اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں —— ہم ہمیشہ اسی سے تمسک کرتے اور مدد مانگتے ہیں جب تک وہ ہمیں زندہ رکھے، آنے والے خطرات سے وہ بچائے گا کیونکہ یہی ایمان کی محکم بنیاد، پہلا عمل خیر، رضائے الٰہی کا ذریعہ اور شیطان سے دوری کا سبب ہے۔ (نہج البلاغہ، ص:۱۸۱ خطبہ صفین)

یہاں سے پتہ چلا کہ جنگ ومصیبت میں صرف خدا سے مدد مانگنا حضرت علیؓ کا ایمان وعمل تھا ہم مومن تب ہوں گے کہ آپؓ کے تابعدار بن کر صرف خدا کو پکاریں اور غیر خدا سے ’’یا فلاں

مدد کر‘‘ کا شرکیہ نعرہ نہ لگائیں۔

(۲) امیرالمومنینؓ یہ دعا بکثرت فرمایا کرتے تھے: ’’تمام حمد اس خدا کی جس نے مجھے مردہ رکھا ہے نہ بیمار، نہ میری رگوں میں جراثیم ہیں نہ برے اعمال کا نتیجہ بھگت رہا ہوں —— میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ظلم وجور کا خوگر ہوں۔ تیری حجت مجھ پر تمام ہوچکی، میرے لیے اب عذر کی گنجائش نہیں۔ خداوندا مجھے کوئی طاقت نہیں کہ کوئی شے حاصل کروں، ہاں تو جو عطا کرے کسی چیز سے بچنے کی طاقت نہیں، ہاں جس سے تو بچاوے خداوندا تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ (نہج البلاغہ)

(۳) جو تیرا نافرمان ہو وہ تیری سلطنت کو کم نہیں کرسکتا، جو تیرا فرمانبردار ہو وہ تیری سلطنت کو بڑھا نہیں سکتا۔ ہر راز تیرے لیے آشکار ہے اور ہر عیب تیرے سامنے ہے۔ تو قدیم ازلی ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیری کوئی حد نہیں اور تو آخری منزل ہے۔ (نہج البلاغہ، ص:۳۸۴)

(۴) خدا نعمتوں، بخششوں اور روزیوں کو تقسیم کرکے احسان کرنے والا ہے، مخلوق اس کی عیال ہے، اس نے سب کے رزق کی ذمہ داری لی ہے —— نہ اس کا بے انداز ذخیرہ ختم ہوتا ہے نہ اس کے اکرام وانعام کے خزانوں کو دنیا کی مانگیں ختم کرسکتی ہیں۔ (نہج البلاغہ، ص:۳۴۰)

(۵) اپنے لخت جگر محمد بن حنفیہ کو فنون حرب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ’’یقین رکھو کہ مدد فتح خدا کی طرف سے ہوتی ہے‘‘۔ (نہج البلاغہ، ص:۲۱۰)

(۶) خدا کے بندو! اسی سے فتح وکامیابی اور حاجت روائی چاہو، اسی کی طرف دست سوال بڑھاؤ اسی سے بخشش کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں —— میرا ایمان ہے وہی اوّل وآخر ہے، میں اسی سے مدد چاہتا ہوں، اسی پر توکل کرتا ہوں، وہی مجھے کافی اور مددگار ہے، وہی قادر وتوانا ہے۔ (نہج البلاغہ)

(۷) حضرت علیؓ توحید کی شہادت اور رب کی صفات یوں بیان فرماتے ہیں: ’’اللہ کے سوا کوئی خالق رازق، معبود، نفع ونقصان دینے والا، کم وبیش کرنے والا، دینے اور روکنے والا، مصائب ٹالنے والا، بھلا پہنچانے والا، کام آنے والا، شفا دینے والا، آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا کوئی نہیں۔ مخلوق کا پیدا کرنا، اسے سنبھالنا اسی کا خاصہ ہے۔ اس کے ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، تمام جہانوں کا پالنے والا وہ رب بہت بابرکت ہے۔ (عمادالاسلام، ج:۱، ص:۱۸۱)

(۸) تفسیر صافی صفحہ ۲۰ پر حضرت امیرالمومنینؓ نے رب کی یہی صفات بیان فرمائی ہیں۔

(از اصول الشریعہ، ص:۱۶۳)

انبیاء علیہم السلام کی قرآنی تاریخ شاہد ہے کہ جن ہستیوں نے خدا کی یہ مخصوص صفات بتائیں ان کے جاہل عقیدت مندوں نے یہی خدائی صفات عطائی طور پر خود ان میں مان لیں پھر ان کے نام پر نذر و نیاز حاجت برآوری کے لیے دعا و پکار شروع کردی قوم نوحؑ نے حضرت ادریسؑ کے پانچ نیک صاحبزادوں ——— ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسرؒ ——— کے بت بنا کر پوجے حضرت ابراہیمؑ نے پھر ان کے یہ بت توڑے تو آپ کی جاہل اولاد قریش نے خود حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اور لات منات ہبل کے بت بنا کر پوجے جن کو حضور ﷺ نے فتح مکہ کے وقت توڑا تھا حضرت علیؓ جیسی باکمال ہستی اس ظلم وغلو سے بچ نہ سکی ان کو بھی جاہل یہود مجوس نے غالی عقیدت ومحبت سے رب، ہر چیز کا خالق، مالک، کارساز اور حاجت روا بنا ڈالا اور مدد کا نعرہ لگایا جن کے ۷۰ افراد کو آپؓ نے مرتد قرار دے کر زندہ جلا دیا۔ (رجال کشی مشکوٰۃ) مولانا فاضل مجتہد محمد حسین لکھتے ہیں: ”متعدد اخبار و آثار میں مذکور ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی ظاہری دور خلافت میں اپنے متعلق غلو کرنے والوں کو زندہ نذر آتش کردیا تھا (ہفتم بحار صفحہ ۳۴۹ اصول شرعیہ صفحہ ۲۷ وغیرہ) اگر حضرت علیؓ کا یہ قانون نافذ ہو تو ذرائع ابلاغ سے شرک کے اڈے خاکستر ہوجائیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ حضرت علیؓ کی محبت کا یہ خاص معیار ہے کہ اپنے غالی حبداروں کو جلا دیا جبکہ حضرت عیسیٰؑ روح اللہ جیسی ہستی قیامت کے دن کہے گی ”اگر تو ان کو سزا دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو تُو بڑا زبردست حکمت والا ہے اللہ فرمائے گا (غالی مشرک کو نہ بخشوں گا) اس دن سچے موحدوں کو ان کا سچ نفع دے گا جن کے لیے ہمیشہ نہروں والے باغات ہیں اللہ ان سے خوش وہ اللہ سے خوش یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (پارہ نمبر ۷ رکوع نمبر ٦)

خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت

ارشاد الٰہی ہے بے شک اللہ نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا کہ ایک عظیم پیغمبر ان کی قوم سے ان پر مقرر فرمادیا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو (ہر قسم کے عیوب سے) پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی جہالت میں تھے۔ (پ۴ ع۸)

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت امیر المومنینؓ پہلے دن ہی خدا اور رسول ﷺ کے احسان مند ہوئے اور ان چار کمالات میں آپ ﷺ کی شاگردی کا فخر پایا فرماتے ہیں:

(۹) خداوند عالم نے محمد ﷺ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کوئی شخص نہ تو کتاب پڑھتا

تھا نہ نبوت کا دعویدار تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہنمائی فرمائی یہاں تک کہ انہیں اصلی مقام تک پہنچادیا اور نجات کی منزل پر ٹھہرادیا آخر ان کے نیزے سیدھے ہوگئے ان کے پتھر دل رام ہوگئے بخدا جہالت وگمراہی کو بھگانے والوں میں، میں بھی تھا پتہ چلا کہ حضور ﷺ اپنے مشن تعلیم وتزکیہ اور ہدایت میں کامیاب ہوکر گئے اور حضرت علیؓ سمیت آپ کے ہزاروں شاگرد کامل، ناجی اور جنتی ہوئے۔

(۱۰) اور حضور ﷺ نے تم میں وہی کچھ چھوڑا جو اور انبیاء اپنی اپنی امتوں میں چھوڑ کر گئے تھے۔ پیغمبرؑ نے پروردگار کی کتاب تم میں یادگار اور خلیفہ چھوڑی ہے۔ (نہج البلاغہ ص: ۱۷۷-۱۷۶) معلوم ہوا کہ جیسے تورات کو خدا نے امام کہا (پارہ نمبر ۱۲، ۲٦ رکوع ۲) اسی طرح قرآن بھی اربوں مسلمانوں کا امام اور پیغمبر ﷺ کا جانشین وخلیفہ ہے۔

(۱۱) خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ضیاء بخش نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت کرنے والی کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا ان کا قبیلہ بہترین شجرہ بہترین جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں جائے ولادت مکہ معظّمہ اور جائے ہجرت مدینہ منورہ ہے وہاں سے آپ ﷺ کے نام کی شہرت ہوئی اور آوازہ ہر طرف پھیل گیا اور خدا نے آپ کو مکمل دلیل شفاء دینے والی نصیحت اور جہالتوں کو دور کرنے والا پیغام دے کر بھیجا دین کی نامعلوم راہوں کو ظاہر کردیا اور جو بدعتیں داخل تھیں ان کا قلع قمع کردیا۔ (نہج البلاغہ ص: ۴۸۸) (بدعت (خدا رسول کی نہیں) اپنی بناوٹی، پسندیدہ بات اور رسوم واعمال کو کہتے ہیں جو شرک کے بعد بڑا گناہ ہے ہر فرقہ اس سے پہچانا جاتا ہے)

(۱۲) یہ کتاب اللہ (قرآن تمہارے درمیان خاموش نہیں) بولنے والا ہے اس کی زبان نہیں تھکتی اس کے ستون نہیں گرتے اور اس کے مددگار کبھی شکست نہیں کھاتے۔ (نہج البلاغہ ص: ۴۳۳)

(۱۳) میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور برگزیدہ رسول ہیں نہ ان کے فضل وکمال کی کوئی برابری کرسکتا ہے اور نہ ان کی رحلت کے بعد تلافی ممکن ہے تاریک گمراہیوں، بے حد جہالتوں اور سخت مزاجی کے بعد آنحضرت ﷺ کے نور ہدایت سے شہر کے شہر جگمگا اٹھے۔ (نہج البلاغہ ص: ۴۵۵)

(۱۴) آپ نے اپنے فرمانبردار صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی آپ لوگوں کو کھینچ کر نجات کی طرف لا رہے تھے قبل اس کے کہ ان پر موت آپڑے ان کو ہدایت کی طرف بڑھا رہے تھے یہاں تک کہ تھکے ماندوں کو بھی نجات کی سرحد پر پہنچا دیتے تھے سوائے اس منکر کافر

کے جس میں کوئی نیکی نہ ہو آپ ﷺ نے ان کو نجات کی منزل دکھا دی اور اس مرتبہ تک پہنچا دیا کہ ان کی چکی گھومنے لگی اور نیزوں کی کجی دور ہوگئی (کہ انھوں نے فتوحات کرتے کرتے قیصر و کسریٰ کو بھی دارالاسلام بنا دیا تھا) (نہج البلاغہ ص:۳۷۵)

(۱۵) خدا نے آپ ﷺ کے ذریعے پرانے کینے دبا دیئے آتش انتقام بجھا دی بھائیوں کو آپس میں ملا دیا اور مشرکین کے ہم سروں کو منتشر کر دیا، حق کی پستی کو عزت بخشی اور کفر کی عزت کو ذلت سے بدل دیا ان (جماعت رسول) کا کلام، امر خدا کا پیغام اور خاموشی بولتی زبان تھی غور فرمایئے حضرت علیؓ حضور ﷺ کی بار بار تعریف تلامذہ نبوت کی کامیابی اور ان کے ہدایت یافتہ ناجی ہونے کی شکل میں کر رہے ہیں دھوپ دن کی نشانی اور آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے چند صحابہ کرامؓ کے سوا سب سے بغض آفتاب نبوت سے دشمنی ہے۔

(۱۶) کلمہ طیبہ ہی کلمہ اسلام ہے

ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک اور یکتا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں یہ دو شہادتیں ایمان کی بات کو اٹھاتی اور عمل کو بلند کرتی ہیں جس ترازو میں یہ رکھی جائیں وہ ہلکا نہیں ہوتا جس سے اٹھالی جائیں اسکا وزن نہیں ہوتا (نہج البلاغہ صفحہ نمبر ۴۰۰) معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کا کلمہ ہی اصلی قرآنی اور ایمانی نجات دہندہ اور پورا کلمہ اسلام ہے۔

(۱۷) کتاب وسنت کی اتباع اور اہمیت

خداوند عالم نے ایسی ہادی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر برائی اور اچھائی کو واضح کیا گیا پس تم بھلائی کی راہ اختیار کرو ہدایت پاؤ گے برائی سے منھ پھیر لو تا کہ سیدھی راہ پر چل سکو (نہج البلاغہ ص:۱۶۶)

(۱۸) اگر تم ثابت قدم رہے تو تمہارا حق ہے کہ تمہارے تصفیہ کے لئے ہم کتاب خدا اور سیرت رسول پر عمل پیرا ہوں ان کے حق کو قائم اور طریقے کو بلند رکھیں (نہج البلاغہ ۵۰۹)

(۱۹) تمہارے لئے رسول ﷺ کی تابعداری کافی ہے دنیا کے نقص و عیب اور اس کی رسوائیوں، برائیوں سے بچنے کے لیے آپ کی ذات تمہاری رہنما ہے پس تم اپنے طیب و طاہر نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلو کیونکہ آپ نے دنیا کا بقدر ضرورت ذائقہ چکھا کبھی اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا آپ دنیا سے بھوکے نکلے اور بسلامت آخرت میں پہنچ گئے۔ (مختصراً نہج البلاغہ صفحہ ۴۸۷)

(۲۰) بدعت کی مذمت

کوئی بدعت عمل میں نہیں آتی مگر سنت چھوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا بدعت سے بچو اور روشن طریقہ سنت پر جمے رہو سب سے افضل وہ کام ہیں، جو شریعت سے ثابت ہیں اور سب سے برے وہ کام ہیں جو دین میں نئی ایجاد اور بدعت ہوں۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۴۴۹)

(۲۱) پس تم فتنوں کی راہ دکھانے والے اور بدعتوں کے نشان نہ بنو۔ جماعت مومنین (تلامذہ نبوت) کی گرہ اصول اور اطاعت کے پابند رہو۔ (ایضاً)

(۲۲) اب قرآن وسنت کی آواز سے بہرہ ہی قاصر رہے گا۔ اور اندھا ہی محروم رہے گا۔ جسے اللہ کی آزمائشوں سے فائدہ نہ ہو وہ کسی اور کے وعظ سے فائدہ نہیں پاسکتا کیونکہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک شریعت وسنت کے پابند اور دوسرے بدعتی جن کے پاس نہ سنت کی سند ہے نہ (آسمانی) دلیل اور برہان کی روشنی ہے۔ (نہج البلاغہ:۵۲۶)

(۲۳) اپنی جماعت سے خارج ہونے والے بدبخت ابن ملجم کے حملہ کے بعد وصیت فرمائی "کہ سارے عالم میں کسی کو خدا کا شریک نہ کرو اور حضرت محمد ﷺ کے طریقہ کو ضائع نہ کرو، پس ان دونوں ستونوں - توحید وسنت —— کو ہمیشہ قائم رکھو ان دونوں چراغوں کو جلائے رکھو، جب تک متحد رہو گے۔ تم میں برائی نہ آئیگی —— کل تک تمہارا ساتھی تھا آج تمہارے لئے عبرت بنا ہوں اور کل میں تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ خدا وند عالم تمہیں اور مجھے بخش دے (نہج البلاغہ:۴۵۵) انا للہ وانا الیہ راجعون پھر اپنی اولاد کو صبر کی وصیت کی جیسے حضور ﷺ نے فاطمہؓ کو کی تھی۔

(حضرت فاطمہؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے غم میں چہرہ نہ نوچنا، نہ پیٹنا، بال نہ بکھیرنا، بین نہ کرنا، ماتمی مجلس قائم نہ کرنا) (فروع کافی ج:۳،ص:۵۲۷)

(۲۴) حضور ﷺ کو غسل دیتے وقت فرمارہے تھے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے صبر کا حکم دیا اور رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے تو ہم یقیناً اپنے سر کا پانی آپ کی وفات کی مصیبت پر رو رو کر خشک کر دیتے اور اپنا کوئی علاج نہ کراتے۔ (نہج البلاغہ، جلاء العیون صفحہ ۶۷)

تمام نیک مسلمانوں سے حضرت علیؓ کی محبت

ارشاد الٰہی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ کے ساتھی کافروں پر سخت باہم مہربان ہیں تم

ان کو رکوع وسجود میں دیکھتے ہو وہ خدا کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں (وہ حضور ﷺ کو پسند ہیں) جیسے لہلہاتی تیار فصل کسان کو پسند آتی ہے صحابہ کرامؓ (کی ترقی اور کثرت) سے کافر جلتے ہیں اللہ نے ان ایمان واعمال صالحہ والوں سے بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔ (سورہ الفتح آخری آیت پارہ ۲۶)

آگے سورہ حجرات رکوع نمبر ایک میں ہے ''اگر ایمان والوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ مومن تو بھائی بھائی ہیں ان میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو'' حضرت امیر المومنینؓ ان آیات کا مصداق تھے ہر مسلمان سے صلح ومحبت کرتے تھے۔

(نوٹ: (الف) قرآن وحدیث میں اہل بیت رسول ﷺ آپ کے گھر میں رہنے والی بیویوں، بیٹیوں، دامادوں اور نواسوں اور آل رسول، (ب) ان کے علاوہ آپ ﷺ کے دین کے پیروکار نیک مسلمانوں کو کہتے ہیں جیسے قرآن نے فرعون کے ساتھ ڈوبنے والے ہم مذہبوں کو آل فرعون کہا ہے۔ (پ:۱ع:۶) اسی طرح آپ ﷺ کے خونی رشتہ دار (ج) جو مسلمان ہوئے ہیں آل علی، آل جعفر، آل عقیل عباس اور آل حارث بن عبدالمطلب، جن پر صدقات واجبہ حرام ہیں، سب اہل بیتؓ واجب الاحترام اور مسلمانوں کے محبوب ہیں)۔

(۲۵) ہم اہل بیت کے پاس حکمت کے دروازے اور امر خدا کی روشنی ہے جس نے ان کو اختیار کیا تو کامیابی سے حق تک پہنچ گیا۔ جو ان کو چھوڑ کر رُک گیا گمراہ اور پریشان ہوا اس دن کے لئے عمل کرلو جس کے لئے نیک کاموں کے ذخیرے جمع کیے جاتے ہیں اور راز فاش کیے جائیں گے، اس آگ سے بچو جس کی حرارت سخت ہے اور گہرائی بہت ہے۔ جس کا زیور لوہا اور کھانے پینے کے لئے خون آلود پیپ ہے (نہج البلاغہ صفحہ ۴۱۱)

(۲۶) صفین میں حضرت حسنینؓ کے متعلق فرمایا کہ ان دونوں کو جنگ سے روک دو۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کی نسل ختم نہ ہو جائے۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۵۸۳)

(۲۷) اپنے ہم زلف ذوالنورینؓ امام حسنؓ کے خسر محترم حضرت عثمان غنیؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ سب کچھ آپ جانتے ہیں جو ہم جانتے ہیں جیسے اسلام ہم نے سمجھا آپ نے بھی سمجھا جیسے ہم نے سنا آپ نے بھی سنا حضور ﷺ کی صحبت ورفاقت ہم نے پائی آپ نے بھی پائی ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) اور خطاب کے بیٹے (عمر فاروقؓ) حق پر عمل کرنے میں آپ سے اولیٰ اور آگے نہ تھے حضور ﷺ سے خاندانی قرب اور خونی رشتہ داری میں ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ نزدیکی ہیں (کہ عثمانؓ آپ ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضاء، بنت عبدالمطلب (اروی کی والدہ) کے

نواسے تھے آپ نے رسول ﷺ کی دامادی کا وہ شرف پایا ہے جو وہ نہ پاسکے تو اپنی ذات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کیجئے۔ (نہج البلاغہ ۶۸ قسم دوئم)

(۲۸) حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک خلیفہ (حضرت عمرؓ) کے متعلق فرمایا خداوندا فلاں شخص کو کارگزاریوں کی جزا مرحمت فرما اس نے کجی کو سیدھا کیا، مرض کا علاج کیا، فتنہ فساد کو پیچھے چھوڑ دیا، سنت کو قائم کیا پاک دامن اور کم عیب دنیا سے رخصت ہو گیا دنیا میں اچھائیوں کو پالیا اور شر سے آگے نکل گیا، خدا کی اطاعت کا حق ادا کیا اور کما حقہ خدا سے ڈرتا رہا، خود چلا گیا اور لوگوں کو ایسے پراگندہ چھوڑ گیا جس میں گمراہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت پانے والا یقین حاصل نہیں کرسکتا۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۶۴۹ خطبہ ۲۲۶)

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں   بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

(۲۹) حضور ﷺ کے بعد مسلمانوں کے حاکم (ابوبکرؓ وعمرؓ) ایسے بنے کہ خود بھی شریعت پر ثابت قدم رہے اور لوگوں کو بھی شریعت پر ثابت قدم رکھا یہاں اسلام نے اپنا سینہ زمین پر ٹیک دیا (یعنی وہ خوب مستحکم اور مضبوط ہو گیا) (نہج البلاغہ)

(۳۰) **اتحاد المسلمین**: کے جذبہ سے جنگ جمل میں اعلان صلح کرتے ہوئے فرمایا جاہلیت اور اس کے اعمال کی بدبختی کے ذکر کے بعد فرمایا اسلام اور مسلمانوں کی نیک بختی باہمی محبت اور ایک جماعت ہونے میں ہے اور بیشک اللہ نے اپنے نبی کے بعد مسلمانوں کو ابوبکر صدیقؓ پھر عمر فاروقؓ اور پھر عثمانؓ کی خلافتوں پر متفق رکھا پھر یہ (شہادت عثمانؓ کا) حادثہ ان لوگوں نے برپا کیا جو دنیا کے طالب ہیں اور اس فضیلت پر حسد کرتے ہیں جس کا اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے یہ اسلام کے اعمال اور مسلمانوں کو پس پشت پھینکنا چاہتے ہیں اور اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے پھر فرمایا کہ میں صبح (مدینہ کو) کوچ کررہا ہوں اور تم بھی میرے ساتھ لوٹو وہ لوگ ہرگز میرے ساتھ نہ چلیں جنھوں نے کچھ بھی حضرت عثمانؓ کے قتل میں معاونت کی یہ گھٹیا لوگ ہیں اپنے آپ پر پھٹکار کریں۔ (تاریخ طبری ابن خلدون وغیرہ)

مگر ہائے مسلمانوں کی بدقسمتی! کہ انہی قاتلوں نے اس صلح میں اپنی موت دیکھ کر رات کو غداری سے جنگ بھڑکا دی پھر شام کے مقام صفین پر جا کر ۷۰ ہزار شہید کیے کرائے پھر خارجی بن کر شیر خدا سے ٹکرائے اور آپؓ کو شہید کر دیا اور پھر حضرت امام حسنؓ کو ناک کٹوانے والا، منہ کالا کرنے والا، ذلیل کرنے والا، کہہ کر ران سے کاٹا وہ بچ گیا تو دور یزید میں امام حسینؓ کو بلایا پھر

حسب سابق غداری کی اور تین شرطیں مسترد کردیں آپ کو شہید کر کے دیرینہ ارمان پورا کردیا اور اہل بیتؓ کی بد دعاؤں کو اپنے گلے کا رنگین ہار بنالیا۔(لعنت اللہ علیہم اجمعین)

(۳۱) آپ اپنے فوجیوں سے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی شہادت پر بہت دکھی تھے ان پر پھٹکار کی جہنمی بتایا اور یہ آیت پڑھتے تھے ''ہم ان صحابہؓ کو باہمی، رنجشوں سے پاک کر کے جنت میں آمنے سامنے بھائیوں کی طرح باعزت بٹھائیں گے''۔ (پارہ:۱۴ ع:۴) اور حضرت طلحہؓ کا شل ہاتھ چوم کر روتے اور فرماتے اس ہاتھ نے احد میں رسول اللہ ﷺ کو شہید ہونے سے بچایا تھا۔(تاریخ طبری ابن عساکر)

(۳۲) شانِ صحابہؓ

میں نے محمد ﷺ کے صحابہ کو دیکھا میں تم سے کسی کو ان جیسا نہیں پاتا وہ صبح کو جہاد کی دھول میں اٹے ہوتے راتیں سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ انگاروں پر کھڑے ہیں۔(نہج البلاغہ جلد ا، صفحہ ۱۷)

(۳۳) وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا جب انہیں قتال کی دعوت دی گئی تو تلواریں سونت کر ایسے میدان میں آگئے جیسے شیر دار اونٹنی دودھ پلانے آتی ہے اور وہ جتھہ جتھہ ہو کر زمین میں پھیل گئے اور جنگ کے لئے قطار در قطار ہو گئے اور کچھ شہید ہوئے اور کچھ غازی بن کر واپس آئے۔(نہج البلاغہ)

(۳۴) میں بھی مہاجرین کا ایک فرد ہوں جہاں وہ گئے میں بھی گیا جہاں سے وہ پلٹے میں بھی پلٹا (یعنی پہلے تین خلفاء کی بیعت وحمایت پر ہم سب مہاجرین متفق رہے) اور اللہ نے ان کو گمراہی پر جمع نہیں کیا تھا۔(نہج البلاغہ)

(۳۵) لوگو! سواد اعظم (مسلمانوں کی بڑی اکثریت) کا ضرور اتباع کرو کیونکہ اللہ کا دست نصرت جماعت پر ہے تنہا پسندی اور علیحدگی سے بچو کیونکہ جماعت سے الگ رہنے والا الگ بکری کی طرح شیطان بھیڑیے کا شکار بنے گا۔(نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۵)

(۳۶) **خلافت**: بیشک میری بیعت بھی اسی قوم مہاجرین وانصار نے کی ہے انہی شرائط پر جن پر انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت خلافت کی تھی اب موجود کو اختیار نہیں کہ وہ کسی اور کو خلیفہ چنے۔نہ غیر کو بیعت رد کرنے کا حق ہے۔ یہ خلیفہ چننے والی مجلس شوریٰ تو مہاجرین وانصار کی ہے وہ اگر کسی پر اتفاق کر کے امام نامزد کردیں تو

وہی اللہ کا پسندیدہ (بنایا ہوا) امام ہوتا ہے۔(نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۸ و تاریخ ندوی جلد ا صفحہ ۲۶۳)

(۳۷) جب آپ کے ساتھیوں نے شامیوں کو برا کہا تو فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے والے بنو۔لیکن تم ان کے اعمال واوصاف کا تذکرہ کرو تو اچھی بات ہے برا کہنے کی بجائے یہ دعا مانگو''اے اللہ! ہمارے اور ان کے خونوں کی حفاظت اور ہمیں باہم صلح عطا فرما اور ان کو ہدایت دے''(خطبہ صفحہ ۲۰۴)

چنانچہ ۳۸ ہجری میں پنچایت کے فیصلہ سے دونوں کی خود مختاری ماننے کے بعد صلح ہوگئی تکمیل امام حسنؓ نے اپنے دور خلافت میں کردی۔(تاریخ)

(چنانچہ امام حسنؓ نے بیعت کے بعد امیر معاویہؓ کے بھرے دربار میں اپنے بنو ہاشم اور اہل بیتؓ کو سناتے ہوئے فرمایا:''یقیناً مسلمانوں کا دین کی بہت سی باتوں پر اتفاق ہے اور ان میں کوئی جھگڑا، اختلاف اور فرقہ بندی نہیں ہے۔ان متفق علیہ چیزوں میں سے کلمہ طیبہ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار اور آپ کو خدا کا بندہ ماننا ہے۔پانچ وقت کی نمازیں، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ (اسلام کے ارکان خمسہ) ہیں۔خدا کی تابعداری میں ان کے علاوہ اور بھی متفق علیہ چیزیں ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔نیز مسلمان زنا، چوری، جھوٹ، خیانت اور بہت سے گناہوں کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔جن کو خدا ہی گن سکتا ہے۔مسلمانوں کا اختلاف اگر ہے تو چند سنتوں کی بابت ہے، جن میں وہ باہم لڑائی کر کے فرقے بن گئے ہیں۔کہ ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں۔اور یہ اختلافی مسئلہ''ولایت اور حکومت کرنے کا ہے''جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے تبرا کرتے ہیں۔اور قتل کرتے ہیں۔ہر ایک کہتا ہے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں صرف ایک فرقہ اس اختلاف سے بچا ہے جو کتاب اللہ اور سنت نبوی کا پیروکار ہے۔ پس جو شخص ان باتوں کو اپنائے، جن میں تمام اہل قبلہ کا اتفاق ہے کسی کا اختلاف نہیں اور جن باتوں میں اہل قبلہ کا اختلاف ہے ان کا علم اللہ کے حوالے کردے۔(کسی پر کافر منافق اور غیر مومن ہونے کا فتویٰ نہ لگائے کیونکہ صرف خود کو مومن جاننا دوسرے کو کافر کہنا ہے خدا فرماتا ہے: ''ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن'' (پارہ ۲۸، رکوع ۱۵) وہ دوزخ سے بچ جائیگا۔ اور جنتی ہوگا)(احتجاج طبری صفحہ ۱۴۷ طبع لکھنؤ جلد نمبر ۲ صفحہ ۶ طبع ایران)

ہمیں یقین ہے کہ اگر خاص مومن اپنے امام دوم کا یہ عقیدہ وعمل اپنالیں انتظامیہ قانون بنائے ذرائع ابلاغ ان کی اشاعت کریں تو سب فرقے ختم ہو کر مسلمان ایک قوم بن جائیں (آمین) منہ

(۳۸) جمل میں آپؓ نے فرمایا کہ عائشہؓ دنیا اور جنت میں تمہارے نبیؐ کی بیوی ہیں دوشخصوں نے اماں کہہ کر تنقید کی تو آپؓ نے ان کو سوسو درے لگائے اب بھی ایسی سزا فرقہ پرستی کو مٹادے گی نیز امیر معاویہؓ اور سب شامیوں کو ایمانیات میں اپنے جیسا کامل بتاکر قتل عثمانؓ کے الزام سے خود کو بری فرمایا۔ (نہج البلاغہ)

نیز ایک دفعہ یہ بھی فرمایا لوگو! امیر معاویہؓ کی امارت کو برا نہ جاننا خدا کی قسم اگر وہ بھی نہ رہی تو تمبے کی طرح سر کٹتے دیکھو گے (تاریخ)

(۳۹) جب طلحہؓ وزبیرؓ نے آپؓ کو فوج میں شامل قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کا مطالبہ کیا تو فرمایا: ''بھائیو! جو تم جانتے ہو میں بے خبر نہیں لیکن میرے پاس بدلہ لینے کی طاقت کہاں ہے جبکہ بلوائی انتہائی زور آور ہیں اور وہ اس وقت ہمارے مالک بنے ہوئے ہیں ہماری ملکیت اور تسلط میں نہیں ہیں''۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۶)

(۴۰) دوفرقے میرے بارے میں (غلط عقائد واعمال کی وجہ سے) برباد اور جہنمی ہوں گے۔

(الف) محبت میں حد سے بڑھنے والا (کہ ناحق مجھ میں خدا اور رسولؐ کی صفات مانے گا)

(ب) دشمنی میں حد سے بڑھنے والا اور مجھ پر جھوٹ وافتراء باندھنے والا (کہ قرآن وسنت کے مقابل نیا مذہب بنالے گا) میرے متعلق بہترین عقیدہ وعمل والے وہ اکثریتی مسلمان ہیں جو درمیانی راہ چلتے ہیں (مجھے برگزیدہ صحابی خلیفہ شاگرد رسول ﷺ مانتے ہیں تم ان کی راہ پر چلو) (نہج البلاغہ)

خلاصہ کلام

یہ سچا فرمان رسول ہے (حضرت علیؓ سے سچی محبت واتباع مومن ہی رکھے گا اور دشمنی غداری مخالفت منافق ہی کرے گا۔ (مسلم)

متفقہ تاریخ شاہد ہے کہ آپؓ کو اور آپؓ کی اولاد کو دوست نما غداروں اور دشمن منافقوں نے شہید کیا ہے ان کے شر یرعمل اور عقیدہ سے خدا ہر مسلمان اور افسر کو بچائے۔

(اللهم صل علی محمد وآل محمد)

دوسری قسط

ای کوڈ (E. Code) کی شرعی حیثیت
ناپاک چیزوں کی ملاوٹ کا شرعی حکم

از: مولانا اسلم اللہ خاں
مدرس الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

فقیہ العصر مولانا تقی عثمانی کی توضیح

الکوہل سے بنی ہوئی دواؤں کے بارے میں فرماتے ہیں: وحيث عمت البلوى في هذه الأدوية فينبغي أن يوخذ فى هذا الباب كمذهب الحنفية أو الشافعي والله اعلم. ثم هناك جهة أخرى ينبغي أن يسأل عنها خبراء الكيميائي وهو أن هذه الكحول بعد تركيبها بأدوية أخرى هل تبقى على حقيقتها؟ أو تستحيل حقيقتها وماهيتها بعمليات كيمياوية فان كانت ماهيتها تستحيل بهذه العمليات بحيث لا تبقى الكحل وإنما تصير شيئاً آخر فيظهر أن عند ذلك يجوز تناوله باتفاق الأئمة لأن الخمر إذا صارت خلاً جاز تناولها فى قولهم جميعاً لاستحالة الحقيقة.

(جب الکحل سے بنی ہوئی دواؤں کا استعمال عام ہوگیا اور اس قسم کی دوائیں تمام لوگوں کی ضرورت میں داخل ہوگئیں تو عموم بلوی والی فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے بھی جائز ہوگا، پھر ایک اور رخ سے بھی مسئلہ پر بحث ہوسکتی ہے، جس سے کیمیا، کیمسٹری کے ماہروں سے دریافت کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ الکحل کو دوسری دواؤں سے ملانے کے بعد کیا وہ الکحل اپنی اصل شکل میں رہ جاتا ہے یا اس کی شکل اور حقیقت مختلف کیمیائی مراحل اور ادوار سے گذارنے کے بعد وہ شکل و حقیقت اس طرح بدل جاتی ہے کہ الکحل کچھ بھی نہ رہے، پس صرف دوسری چیز وہ دوائیاں (الکحل

جس سے بدل گئی ہیں) رہ گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ الکحل جب اپنی حقیقت کھودیا اور صرف دوائیاں رہ گئیں تو تمام ائمہ کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ شراب جب سرکہ بن جائے تو تبدیلئ ماہیت کی وجہ سے بالاتفاق جائز ہے، پھر آگے خنزیر کے اجزاء سے بنے جلاٹین سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: إن كان العنصر المستخلص من الخنزير تستحيل ماهيته بعملية كيمياوية بحيث تنقلب حقيقته تماماً. زالت حرمته و نجاسته وإن لم تنقلب حقيقته بقى على حرمته و نجاسته لأن انقلاب الحقيقة موثر فى زوال الطهارة والحرمة عند الحنفية .

اگر خنزیر کے اجزاء سے بنا ہوا عنصر کیمیاوی تجزیہ سے اپنی پوری حقیقت بدل دے اور دوسری شکل اختیار کرلے تو اس کی حرمت اور نجاست کا حکم بھی ختم ہوجائے گا اور اس کی اصلی شکل اور حقیقت باقی رہ جائے تو نجاست وحرمت کا حکم بھی باقی رہ جائیگا، اسلئے کہ طہارت وحرمت کے حکم کے بدل جانے میں حقیقت کا بدل جانا ہی اثر انداز ہوتا ہے۔(بحوث فی قضايا فقهية معاصرة:۳۴۱)

الموسوعۃ الفقہیۃ کی صراحت

عصر حاضر کی مشہور اور معتبر فقہی انسائیکلوپیڈیا الموسوعۃ الفقہیۃ میں استحالہ کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

الاستحالة – تغير الشيء عن طبعه ووصفه (استحالۃ ایک چیز کے اپنی طبیعت اور صفت بدل دینے کا نام ہے) اس کے بعد استحالہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے: فالإستحالة قد تكون بمعنى التحول كاستحالة الأعيان النجسة من العذرة والخمر والخنزير وتحولها عن أعيانها وتغير أوصافها وذلك با الإحتراق أو بالتخليل أو بالوقوع فى شيء.

ترجمہ: (استحالہ کبھی کسی چیز کے اپنی حالت بدل دینے سے ہوتا ہے، جیسے گوبر شراب اور سور جیسی ناپاک چیزوں کا اپنی ذات سے پھر جانا اور ان کی صفات کا بدل جانا، اور یہ تبدیلی کبھی چیز کے جلادینے سے یا شراب کو سرکہ بنانے سے یا کسی چیز میں ڈال دینے سے ہوتی ہے، پھر استحالہ کا حکم اس طرح بیان کیا گیا ہے: تحول العين وأثره فى الطهارة والحل (ایک چیز کے بدل جانے کا اثر اور حکم پاک اور حلال ہونے میں) ذهب الحنفية والمالكية وهو رواية عن أحمد إلى أن نجس العين يطهر بالإستحالة فرماد النجس لايكون نجساً – ولا يعتبر نجسا ملح كان

حماراً أو خنزيرا أو غيرهما .... ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة فينتفي بانتفائها فإذا صار العظم واللحم ملحاً أخذ حكم الملح لأن الملح غير العظم واللحم ونظائر ذلك في الشرع كثيرة. (الموسوعة الفقهية: ۱۰/۲۷۸)

ترجمہ: (حنفیہ مالکیہ اور (باعتبار ایک روایت کے) امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ کوئی بھی نجس العین چیز اپنی حالت بدل دے تو پاک ہوجاتی ہے، ناپاک چیز کی راکھ ناپاک نہیں ہوتی اور وہ گدھا یا خنزیر یا کوئی بھی ناپاک جانور نمک بن جائے تو پھر ناپاک شمار نہیں ہوتا، کیونکہ شریعت نے ناپاکی کا حکم اس گندگی کی حقیقت پر لگایا تھا، جب وہ گندگی باقی نہیں رہی پوری طرح مٹ گئی تو گندگی کا حکم بھی ختم ہوجائے گا، پس جب وہ ناپاک گوشت اور پوست نمک بن جائے تو اس پر نمک ہی کا حکم لگے گا، اس لئے کہ اب یہ صرف نمک رہ گیا ہے، گوشت پوست وغیرہ کچھ نہیں رہا کہ اس کا حکم لگے اس طرح کی مثالیں شریعت میں بہت سی ہیں۔

حضرات فقہاء ومفتیان کی ان روایات اور فتاویٰ سے صورت مسئولہ بالکل نکھر جاتی اور صاف ہوجاتی ہے کہ اگر صابون یا پیسٹ یا کیک اور بسکٹ یا اسی طرح دیگر ماکولات ومشروبات میں اگر ناپاک چربی یا اسی قسم کی ناپاک اشیاء کی ملاوٹ ہوتی بھی ہے تو تین وجوہات کی وجہ سے اس کے جائز اور حلال ہونے میں کوئی شبہ یا خلجان نہیں رہ جاتا۔

پہلی بات یہ کہ دلائل شرعیہ کے ثبوت کے بغیر ملاوٹ مسلّم نہیں، یعنی تسلیم نہیں کی جائے گی، جس کو حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے بیان فرمایا کہ جب تک دلائل شرعیہ سے ملاوٹ ثابت نہ ہو اور یقینی نہ ہوجائے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا کہ جب تک معتبر اور یقینی اطلاع نہیں ملتی، بات محض ظن وگمان کے درجہ کی چیز ہوتی ہے اور شریعت اس قسم کے محض احتمالی اور شکی باتوں پر احکام کا دارومدار نہیں رکھتی، اس لئے بھی کہ اصل اشیاء میں اباحت ہی ہے، تو تحریم کے لئے معقول اور قوی وجہ پایا جانا ضروری ہے، نیز الیقین لایزول بالشک .

دوسری وجہ اگر ملاوٹ ہوئی بھی ہو اور ثابت بھی ہوجائے تو شرعی اصول استہلاک اور استحالہ، یعنی ایک چیز کا اپنی حالت بدل دینا نیز انقلاب العین اور تغیر ماہیت وحقیقت کا اصول نافذ ہوگا، جس کی تفصیلات دلائل وشواہد سمیت گذر چکی ہیں۔

اس بحث کے اختتام سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ

سے چند اقتباسات پیش کردیئے جائیں جو بڑا مبسوط تشفی بخش اور بحث کے تمام گوشوں کو محیط ہے، نیز مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ جیسی عبقری شخصیتوں کے تائیدی دستخط سے بھی مزین ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ

(سوال) آج کل ولایتی صابون عموماً استعمال کیا جاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے، اس وجہ سے اس کے استعمال میں تردد پیدا ہوگیا ہے، شرعی حکم سے مطلع فرماکر ممنون فرمایا جائے۔ وأجركم على الله .

(۳۵۲) جواب: اوّل تو یہ امر محقق نہیں کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے، اگرچہ نصاریٰ کے نزدیک خنزیر کا استعمال جائز ہے، اور انہیں اس سے کوئی پرہیز واجتناب نہیں ہے، لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ صابون میں اس کی چربی ضرور ڈالی جاتی ہو، ظاہر ہے کہ یورپین کارخانے تجارت کی غرض سے صابون بناتے ہیں، اور ایسے ذرائع مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی مصنوعہ اشیاء کی تجارت میں ترقی ہو۔

آپ نے اکثر یورپین چیزوں کے اشتہاروں میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے کہ ”اس چیز میں بنانے کے وقت ہاتھ نہیں لگایا گیا ہے، اس چیز میں کسی مذہب کے خلاف کوئی چیز نہیں ڈالی گئی ہے، اس چیز کو ہر مذہب کے لوگ استعمال کرسکتے ہیں“ وغیرہ وغیرہ۔

ان باتوں سے ان کا مقصود کیا ہوتا ہے؟ صرف یہی کہ اہل عالم کی رغبتیں اس چیز کی طرف مائل ہوں اور ان کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات ان اشیاء کے استعمال میں مزاحم نہ ہوں، اور ان کی تجارت ہر قوم میں عام ہوجائے، اور یہی ہر تجارت کرنے والے کے لئے پہلا مہتم بالشان اصول ہے کہ وہ اپنی تجارت کو پھیلانے کے لئے ان لوگوں کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات کا لحاظ کرے، جن میں اس کی تجارت فروغ پذیر ہوسکتی ہے، اور اس کے مال کی کھپت ہے، اہل یوروپ جو ہندوستان اور اکثر اطراف عالم میں اپنا مال پھیلانا چاہتے ہیں، اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلمان ہر حصہ عالم میں بکثرت موجود ہیں، اور یہ کہ مسلمان خنزیر اور اس کے اجزاء کے استعمال کو حرام مطلق سمجھتے ہیں، پس موافق اصول تجارت ان کا اولین فرض یہ ہے کہ اشیاء تجارتی میں جن کی اشاعت وترویج ان کا مطمح نظر ہے، ایسی چیزیں نہ ڈالیں جن کی خبر ہوجانے پر

مسلمان ان چیزوں کے استعمال کو حرام سمجھیں اور ان کی تجارت کو ایک بڑا صدمہ پہنچے۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ یورپین اشیاء میں ایسی چیزوں کا استعمال جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہیں غیر ممکن ہے، بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ یقینی طور پر معلوم نہ ہونے کی صورت میں گمان غالب یہ ہے کہ اصول تجارت کے موافق وہ ایسی چیزیں نہ ڈالتے ہوں گے، پس صرف اس بنا پر کہ یہ چیزیں یوروپ سے آتی ہیں اور اہل یوروپ کے نزدیک خنزیر حلال ہے، یہ خیال قائم کرلینا کہ ان میں ضروری طور پر خنزیر کی چربی پڑتی ہوگی یا پڑنے کا غالب گمان ہے صحیح نہیں، ہندو جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی اکثر تجارت کی باگ ہے، بہت سی ناپاک چیزوں کو پاک اور پوتر سمجھتے ہیں، گائے کا گوبر اور پیشاب ان کے نزدیک نہ صرف پاک بلکہ متبرک بھی ہے، باوجود اس کے ان کے ہاتھ کی بنی مٹھائیاں اور بہت سی خوردنی چیزیں عام طور پر مسلمان استعمال کرتے ہیں اور استعمال کرنا شرعاً جائز بھی ہے، یہ کیوں! صرف اس لئے کہ چونکہ ہندو دکاندار جانتے ہیں کہ ہمارے خریدار ہندو مسلمان اور دیگر اقوام کے لوگ ہیں، اور ہندوؤں کے علاوہ دوسرے لوگ گائے کے گوبر اور پیشاب کو ناپاک سمجھتے ہیں، اس لئے وہ تجارتی اشیاء کو ایسی چیزوں سے علیحدہ اور صاف رکھتے ہیں، تاکہ خریداروں کو ان سے خریدنے میں تامل نہ ہو، اور خریداروں کے مذہبی جذبات ان کی تجارتی اغراض کی مزاحمت نہ کریں۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے، جس پر بہت سے جزئیات کا حکم متفرع ہوتا ہے، اور نہ صرف صابون بلکہ یوروپ کی تمام مصنوعات کی طہارت ونجاست اسی قاعدہ کے نیچے داخل ہے، ولایتی کپڑے اور بالخصوص رنگین کپڑے جو مسلمان عموماً استعمال کرتے ہیں، کسے خبر ہے کہ ان رنگوں میں کیا کیا چیزیں ملائی جاتی ہیں، اور کن پاک یا ناپاک اشیاء کی آمیزش ہوتی ہے، لیکن قاعدۂ مذکورہ کی بنا پر ان چیزوں کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک یقینی طور پر یا بہ گمان غالب یہ ثابت نہ ہو کہ کوئی ناپاک چیز ملائی جاتی ہے، ناپاکی کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

اولاً: طہارت ونجاست کے باب میں کتب فقہیہ میں بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں، جن میں محض گمان اور شک کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا، ماہرین کتبِ فقہ پر یہ امر واضح ہے۔

ثانیاً: اگر اس امر کا ثبوت اور کوئی دلیل بھی موجود ہو کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے، تاہم صابون کا استعمال جائز ہے، کیونکہ صابون میں جو ناپاک تیل یا چربی پڑتی ہے، وہ صابون بن جانے کے بعد پاک ہوجاتی ہے۔

اس کے بعد فقہ کی کتابوں سے بہت سی روایات کی تخریج کے بعد (جن میں سے کچھ روایات پہلے گذرچکی ہیں) فرماتے ہیں:

ان روایات منقولہ سے امور ذیل بصراحت ثابت ہوگئے۔

(۱) انقلاب حقیقت سے طہارت ونجاست کا حکم بدل جاتا ہے۔

(۲) یہ حکم طہارت بانقلاب حقیقت امام محمد کا قول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) صابون میں روغن نجس یا چربی کی حقیقت بدل جاتی ہے، اور انقلاب عین حاصل ہوجاتا ہے (درمختار اور مجتبیٰ کی عبارتیں دیکھو)۔

پس اب سوال کا جواب واضح ہوگیا کہ صابون خواہ کسی چیز کی چربی یا روغن نجس سے بنایا جائے صابون بن جانے کے بعد وہ پاک ہوجاتا ہے، اور اس کا استعمال جائز ہے، کیونکہ انقلاب حقیقت کی وجہ سے وہ چربی چربی اور روغن روغن نہ رہا، بلکہ صابون ہوکر پاک ہوگیا، جیسے مشک ہے کہ اصل میں خون ناپاک ہوتا ہے، لیکن مشک بن جانے کے بعد وہ پاک اور جائز الاستعمال ہوجاتا ہے، پس ولایتی صابون کے استعمال کے لئے اس تحقیقات کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس کے اجزاء کیا ہیں؟ وہ پاک ہیں یا ناپاک؟ کیونکہ حقیقت صابونیہ اس کی طہارت کی کفیل ہے، جیسے کہ حقیقت مسکیہ اس کی طہارت کی ضامن ہے۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایات مذکورہ سابقہ سے روغن نجس کے صابون کا پاک ہونا ثابت ہوتا ہے، لیکن ممکن ہے کہ یہ حکم روغن کے ساتھ خاص ہو کیونکہ اصل اس کی پاک ہے، ناپاکی باہر سے اسے عارض ہوئی ہے، پس اس سے خنزیر کی چربی کے صابون کا حکم نکالنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ خنزیر اور اس کے اجزاء نجس العین ہیں، تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انقلاب عین سے پاک ہوجانا نجس العین اور غیر نجس العین دونوں میں یکساں طور پر جاری ہوتے ہیں، خون بھی نجس العین ہے، مشک بن جانے سے پاک ہوجاتا ہے، خود خنزیر کا انقلاب حقیقت کے بعد پاک ہوجانا بھی روایات ذیل سے ثابت ہے: ولا ملح كان حمارا أو خنزيرا ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة لانقلاب العين به يفتى (درمختار) یعنی وہ نمک ناپاک نہیں جو دراصل گدھا یا خنزیر تھا۔ اور وہ پلیدی بھی جو کنویں میں گرکر کیچڑ بن جائے ناپاک نہیں، کیونکہ انقلاب حقیقت ہوگیا اسی پر فتویٰ ہے۔

قوله لانقلاب العين علة للكل وهذا قول محمد وذكر معه فى الذخيرة

والمحيط أبا حنيفة (حلية) (یعنی مصنف کا قول کہ انقلاب عین موجب طہارت ہے یہ گدھے اور خنزیر کے نمک اور پلیدی کے کیچڑ بن جانے کے بعد پاک ہو جانے کی دلیل ہے اور یہ امام محمد کا قول ہے، اور ذخیرہ اور محیط میں امام ابوحنیفہ کو بھی امام محمد کے ساتھ ذکر کیا ہے:

قال في الفتح: و كثير من المشائخ اختاروه وهو المختار لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض اجزاء مفهومها فكيف بالكل فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صار ملحا ترتب حكم الملح ونظيره في الشرع: النطفة نجسة وتصير علقة وهي نجسة وتصير مضغة فتطهر والعصير طاهر فيصير خمرا فينجس ويصير خلاً يطهر فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف.

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں:

(۱) گدھا، خنزیر، کتا، انسان انقلاب حقیقت کے حکم میں سب برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں۔

(۲) یہ نمک کی کان میں گر کر مریں یا مرے ہوئے گریں، دونوں حالتوں میں یکساں حکم ہے، یعنی میتة جو بہ نص قرآنی حرام اور نجس ہے وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

(۳) انسان جس کے اجزاء سے بوجہ کرامت انتفاع حرام ہے اور خنزیر و میتة جن سے بوجہ نجاست انتفاع حرام ہے، انقلاب حقیقت کے بعد ان پر انسان اور خنزیر و میتة کا حکم باقی نہیں رہتا، بلکہ بعد انقلاب حقیقت پاک اور جائز الانتفاع ہو جاتے ہیں، جبکہ انقلاب حقیقت طاہرہ کی طرف ہو۔

(۴) نمک کی کان میں گرنے اور صابون کے دیگ میں گرنے کا حکم یکساں ہے، کیونکہ یہ دونوں صورتیں موجب انقلاب حقیقت ہیں، جیسا کہ کبیری شرح منیة کی عبارت میں صراحتاً مذکور ہے، ان امور کے ثبوت کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ خنزیر یا میتة یا کتے کی چربی سے بنے ہوئے صابون کے جواز استعمال میں تردد کیا جائے، اور یہ شبہ کچھ وقعت نہیں رکھتا کہ خنزیر بہ نص قرآنی حرام اور نجس ہے، پس صابون بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ ہے، جواب اسکا یہ ہے کہ یہ معارضہ نہیں، نص قرآنی نے خنزیر یا میتة کو نجس بتایا ہے، لیکن نمک یا صابون بن جانے کے بعد وہ خنزیر یا میتة ہی کہاں رہے، دیکھو شراب بہ نص قرآنی حرام و نجس ہے، اور سرکہ بن جانے کے بعد بالاتفاق وہ پاک و حلال ہو جاتی ہے، پس جس طرح کہ شراب منصوص النجاسة پر سرکہ بن جانے کے بعد طہارت و حلت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ نہیں، اسی طرح خنزیر کے صابون بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم نص قرآنی کا معارضہ نہیں، اصل یہ ہے کہ شریعت

نے جس حقیقت پر نجاست کا حکم لگایا تھا وہ حقیقت ہی نہیں رہی اور بعد انقلاب جو حقیقت متحقق ہوئی وہ شریعت کے نزدیک پاک ہے، پس یہ حکم طہارت بھی حکم شرعی ہے نہ غیر۔

تنبیہ اول: یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ خنزیر ومیتة وغیرہ کی چربی سے بنے ہوئے صابون کا استعمال جائز ہے، لیکن کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں ہے، کہ وہ خنزیر وغیرہ کی چربی سے صابون بنائے، کیونکہ قصداً ان چیزوں کو صابون بنانے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں اور یہ جدا بات ہے کہ غیر مسلموں کے بنانے اور صابون بن جانے کے بعد استعمال جائز ہو جائے..... واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ الراجی رحمة ربہ **محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس المدرسة الامینیہ**

ہذا التحقیق صحیح، **عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند**

الجواب صحیح، **محمد انور عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند**

امام بخاریؒ کا مذہب

امام بخاری نے ما يقع من النجاسات باب باندھا ہے اور مختلف صورتوں سے بحث کرتے ہوئے اس صورت سے بھی بحث کی ہے، ایک ناپاک چیز جب اپنی ہیئت بدل کر پاک چیز بن جائے تو وہ پاک اور جائز ہو جاتی ہے اور مشک والی روایت سے استدلال کیا ہے کہ شہید کے خون کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں شہید اس طرح آئے گا کہ اس کے بدن سے بظاہر خون بہتا ہوگا، لیکن اس سے مشک کی خوشبو پھوٹتی ہوگی:

وقال بعضهم مقصود البخاری أن يبين طهارة المسك ردا على من يقول بنجاسته لكونه دما إنعقد فلما تغير عن الحالة المكروهة من الدم وهي الزهم وقبح الرائحة إلى الحالة الممدوحة وهي طيب الرائحة المسك دخل عليه الحل وانتقل من الحالة النجاسة إلى حال الطهارة كالخمرة اذا تخللت (فتح الباری: ۱/ ۲۳۶)

ترجمہ: امام بخاری کا مقصد ان لوگوں پر رد ہے جو مشک کو اس لئے ناجائز کہتے ہیں کہ وہ بندھا ہوا خون ہے، ان کا جواب مقصود ہے کہ یہ ناپاک جما ہوا خون تھا، لیکن ناپاک حالت اور بدبو سے نکل گیا اور پاک اور خوشبو والی حالت میں بدل گیا، تو اب یہ بلاشبہ پاک اور جائز ہے، جیسے کہ جب شراب سرکہ بن جائے۔

مذکورہ اشیاء میں ظاہر ہے کہ بسکٹ چاکلیٹ اور بیکری کی مصنوعات میں چربی کی صورت شکل مزہ کچھ نظر نہیں آتا، اس لئے یہ مسئلہ بالکل واضح ہے ان کے استعمال کو بلاتحقیق حرام قرار دینا اور اس پر زبردستی اور اصرار کرنا خواہ مخواہ کی زیادتی ہے اور احکام شرعیہ کے ساتھ مخول اور ٹھٹھا ہے، البتہ شکوک وشبہات سے بچتے ہوئے احتیاط اور تقویٰ کو اپنانا اولیٰ اور بہتر رہے گا۔

تیسری چیز جس کی طرف اخیر فتویٰ میں اشارہ کیا گیا کہ ان اشیاء کے استعمال کی اس قدر کثرت ہے کہ اس سے احتراز کرنا تقریباً ناممکن یا دشوار ضرور ہے، اس عموم البلوی میں داخل ہوگا یا (الحرج مدفوع المشقة تجلب التيسير) کے ضمن میں داخل ہوگا۔

ملاوٹ کی تیسری صورت

تیسری صورت یہ کہ محض احتمال اور شبہ ہو ملاوٹ کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، اس کا حکم دوسری صورت کے ضمن میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ملاوٹ جب تک یقینی ثابت نہ ہو جائے محض گمان پر کوئی حکم شریعت نہیں لگاتی۔

ملاوٹ کی چوتھی صورت

چوتھی صورت یہ کہ کمپنیوں کی طرف سے مختلف چربیوں (حلال وحرام) ملانے کا احتمال ہو اس کی وضاحت نہ ہو کہ کس چیز میں کونسی چربی ملائی جارہی ہے۔

مذکورہ بالا صورت بظاہر مخدوش اور مشتبہ ہے، اس لئے احتیاطاً یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ انفرادی طور پر آدمی حتی المقدور پرہیز اور احتیاط کو اپنائے، یہی بہتر اور مناسب ہے لیکن شرعی قانون کی بات وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ محض شبہات کی بنیاد پر ساری چیزوں پر بے تحقیق حکم لگا کر امت کو مشقت میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت تو ویسے بھی بے بنیاد حکم لگانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، اور یہ مسئلہ بہت پرانے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

فرنگی پنیر کے بارے میں ابن تیمیہؒ کی تحقیق

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اس پر بحث فرمائی ہے کہ افرنج (یعنی فرنگی اور یورپی ممالک) سے آئے ہوئے پنیر کے بارے میں اسی وقت سے دو باتیں مشہور تھیں، ایک یہ کہ اس میں خنزیر کے

دودھ کا استعمال یا غیر مذبوحہ جانور کے پیٹ سے جما ہوا دودھ جو دہی کی شکل کا ہوتا ہے، اس سے پنیر (Cheese) بنایا جاتا ہے تو اس کے بارے میں علامہ نے یہ فرمایا کہ امت میں اس کا استعمال بلانکیر چلا آرہا ہے، حتی کہ صحابہ کے زمانہ میں مجوسیوں کا بنایا ہوا پنیر استعمال کیا جانا بھی عام ہوگیا تھا، جب کہ ان کے بارے میں یقینی معلوم تھا کہ وہ جانور ذبح نہیں کرتے اور باقی افرنگی اہل کتاب کا معاملہ مشکوک تھا کہ وہ کبھی ذبح کرتے ہیں کبھی ذبح نہیں کرتے اور پھر خنزیر کے پیٹ کا مادہ بھی اس میں استعمال کئے جانے کی خبر تھی، اس کے باوجود علماء اور فقہاء اور بزرگان دین نے اس کے جواز پر کبھی نکیر نہیں فرمائی۔

الثاني أنهم لا يذكون ما تضع منه الأنفخة بل يضربون رأس البقر ولا يذكونه وأما الوجه الثاني فقد علم أنه ليس كل يعقرونه من الأنعام يتركون ذكوته بل قد قيل إنهم إنما يفعلون هذا بالبقر وقيل إنهم يفعلون ذلك حتى يسقط ثم يذكونه ومثل هذا لا يوجب تحريم ذبائحهم بل إذا اختلط الحلال بالحرام في عدد لا ينحصر كاختلاط أخته بأهل البلد واختلاط الميتة والمغضوب بأهل بلدة لم يوجب ذلك تحريم ما في البلد كما إذا اختلط الاخت بالأجنبية والمذكى بالميتة فهذا القدر المذكور لا يوجب تحريم ذبائحهم المجهولة الحال وبتقدير أن يكون الجبن مصنوعا من أنفخة ميتة فهذه المسئلة فيها قولان أحدهما أن ذلك مباح طاهر كما هو قول أبي حنيفة و أحمد إحدى الروايتين، والثاني أنه حرام نجس كقول مالك والشافعي الخ والمطهرون احتجوا بأن الصحابة أكلوا جبن المجوس مع كون ذبائحهم ميتة . (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۲/۵۳۳)

ترجمہ: دوسری صورت یہ ہے کہ افرنگی انفحہ بچھڑے کے پیٹ سے نکالے جانے والے رینٹ اور پنیر کے بارے میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جانور کو ذبح نہیں کرتے، بلکہ اس کا سر زمین سے یا دیوار سے زور سے مارتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مردار ہو جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام جانوروں کو اس طرح نہیں مار ڈالتے، بلکہ صرف گائے کے ساتھ کرتے ہیں، باقی جانور (بکری وغیرہ) ذبح کرتے ہیں اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ سر ٹکرانا صرف گرانے کیلئے ہوتا ہے، پھر جب وہ سست ہوتا ہے تو پھر ذبح کرتے ہیں، اس طرح کے مخلوط اور مشتبہ چیزوں کو حرام نہیں کہا جائے گا، بلکہ جب حلال وحرام مخلوط ہو جائے اور امتیاز مشکل ہو جائے تو یہ بالکل اسی طرح

ہے، جیسے کسی شہر میں مردار اور چوری اور غصب کے کچھ جانور عام جانوروں میں رل مل جائیں تو ظاہر ہے کہ ان چند غلط جانوروں کے مل جانے کی وجہ سے پورے جانوروں کو حرام نہیں کہا جائے گا، پھر اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ پنیر مردار جانوروں سے بنا ہے، تب بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت کہ یہ جائز اور پاک ہے، دوسرا قول امام شافعیؒ و مالکؒ کا کہ ناپاک اور ناجائز ہے، جائز قرار دینے والے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ مجوس کے بنے ہوئے پنیر کو استعمال کرتے تھے، جبکہ وہ ذبح کرنے کے عادی نہیں تھے۔

ولایتی پنیر کے بارے میں مفتی نظام الدین صاحبؒ کا فتویٰ

افریقہ سے آئے ہوئے اسی قسم کی صورت حال کے بارے میں استفسار کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

(سوال) جس طرح ملک میں اکثر کھانے پینے کی چیزیں غیر مسلم عیسائیوں یہودیوں کی فیکٹریوں میں بنتی ہے اور مسلمان ان کو خرید کر کھاتے ہیں، اسی طرح پنیر اپنے تمام اقسام کے ساتھ انہیں غیر مسلموں کے فیکٹریوں میں بنتا ہے اور مسلمان انہیں خرید کر کھاتے ہیں، الی اٰن.....

اب سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے ذبیحہ سے کشیدہ انفحہ سے بنایا ہوا پنیر مسلمان کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

(جواب) البيضة إذا وقعت من الدجاجة فى الماء والمرقة لا تفسده و كذا سبخلة و كذا الأنفخة وهى ماتكون فى معدة الرضيع من أجزاء اللبن طاهرة عند أبى حنيفةؒ لاتفسد الماء ولاغيره وإذا خرجت من شاة ميتة سواء كانت جامدة أو مائعة وعندهما المائعة نجسة والجامدة متنجسة طهر بالغسل فيفسدان فى الماء وغيره إلا إذ اغتسلت الجامدة أما لو خرجت من مذكاة فلا خلاف فى طهارتها. الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ انفحہ جو گائے کے بچہ کے شکم سے یا بکری وغیرہ کسی بھی ایسے جانور سے جس کا گوشت حلال ہے وہ انفحہ اس جانور کے شکم سے شرعی طریقہ سے ذبح کر کے نکالا جائے تو وہ بالاتفاق حلال و پاک ہوتا ہے اس کا کھانا اور استعمال کرنا درست ہوتا ہے اور جو انفحہ ماکول اللحم ہی سے نکالا جائے، مگر بغیر شرعی ذبیحہ کے (مردار) جانور سے نکال دیا جائے تو صاحبین کے نزدیک حلال ہوتا ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک ہر حال میں اس کا استعمال درست ہوتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

(سوال) یہ کہ محکمہ زراعت و اقتصادیات کے ذمہ دار شخص نے بتلایا کہ پنیر بناتے وقت دودھ کو منجمد کرنے کے لئے خنزیر کے پیٹ سے کوئی سیال مادہ بھی استعمال ہوتا ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ اس ملک میں بھی استعمال ہوتا ہے یا نہیں؟ اور بعض ذمہ دار شخص نے بتایا کہ اب حیوانی رینٹ کے بجائے نباتاتی رینٹ استعمال ہوتا ہے، تو کیا ایسی صورت حال میں پنیر کو مشکوک ٹھہرا کر حرام سمجھا جائے یا دوسرے ذمہ دار کے انکار کی بنا پر اسے حلال ٹھہرایا جائے؟

(جواب) خنزیر مثل غلاظت کے ناپاک یعنی نجس العین اور حرام ہے، ذبح کے بعد بھی یہ پاک نہیں ہوتا، اس کے پیٹ سے کشید کیا ہوا کوئی مادہ سیال ہو یا منجمد پاک و حلال نہ ہوگا، ناپاک و حرام ہی رہے گا اور اس کا استعمال جس کھانے وغیرہ میں ہو جائے گا، وہ بھی ناپاک و حرام ہو جائے گا اور اس کا کھانا اور اس کا استعمال کرنا بھی درست اور جائز نہ رہے گا، البتہ جب تک حرام و ناپاک کی آمیزش کا ثبوت یقینی نہ ہو جائے اس وقت تک قطعی حرمت کا حکم نہیں دیا جائے گا لیکن احتیاط اولیٰ اور بہتر رہے گی مکروہ یا حرام نہ کہہ سکیں گے۔

اس طرح کے مخلوط حرام اور حلال دونوں قسم کے دودھ سے بنایا ہوا مشکوک اور مشتبہ پنیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں اس کے بارے میں آگے فرماتے ہیں۔ (حرمت کیلئے قطعی ثبوت ضروری ہے محض اندازہ سے حکم لگانے سے تمام علماء نے پرہیز کیا ہے)

غرض جب پنیر بنانے میں دونوں قسم کے (حرام و ناپاک اور حلال) رینٹ استعمال کرتے ہیں اور دراصل اشیاء میں حلت اور اباحت ہی ہے تو جب تک کسی پنیر کے بارے میں دلیل سے متحقق نہ ہو جائے کہ اس میں حرام و ناپاک رینٹ استعمال ہوا ہے، اس وقت تک اس پر حرام و ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے۔ ہاں جب دلیل سے یقین ہو جائے اور ثبوت مل جائے کہ اس میں کوئی حرام یا ناپاک چیز ملی ہے جیسے یہ کہ پیکٹ وڈبہ پر ہی لکھا ہو یہ پنیر کسی حرام یا ناپاک چیز سے تیار شدہ ہے تو اس کو ہرگز استعمال نہ کیا جائے یا مثلاً معتبر شہادت مل جائے کہ اس میں حرام و ناپاک چیز ملی ہوئی ہے۔

نیز اس سلسلہ میں تجارتی اصول کے ماتحت ذمہ دار اشخاص کے بیان پر اعتماد کیا جائے گا، کیونکہ دنیوی اصول کے مطابق بھی تجارت کو سچائی اور دیانت ہی سے فروغ ہوتا ہے اس لئے بغیر وجہ شرعی کے کسی کو جھوٹا و دغاباز سمجھنا یا کہنا صحیح نہیں ہوگا (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۴۲/۱)

پنیر کا مسئلہ اگر چہ کہ گوشت اور چربی کے مسئلہ سے جدا ہے، لیکن حلال وحرام کی آمیزش کی وجہ سے صورت حال چونکہ مشترک ہے، اس لئے مشتبہ ہونے کی صورت میں کس بات کا اعتبار کیا جائے اور کونسی بات غیر معتبر ہوگی، اس کے اصول کو اس میں واضح کر دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ناپاک چربی کی آمیزش والی چیزیں اگر اپنی حقیقت بدل دیں اور کسی پاک چیز کی شکل اپنا لیں تو یہ دوسری صورت میں شامل ہوگا، جس کی تفصیل گذر چکی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بسکٹ کیک اور پیسٹ کی شکل میں بدل چکی ہے اور ناپاک چربی کی حقیقت بالکل ختم ہو چکی ہے، تو اب نہ اس کا رنگ روپ باقی ہے، نہ ہی ذائقہ اور شائبہ تو اس کے کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس پنیر والی صورت سے ملتی جلتی شکل ہے کہ جن چیزوں کا استعمال کیا جا رہا ہے، ان میں ناپاک چیزوں کی ملاوٹ کا ثابت ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہی نہیں ہے، جب کہ کمپنیوں سے ہر طرح کی سینکڑوں قسم کی چیزیں (پاک اور ناپاک ملاوٹ والی) تیار ہو کر نکلتی رہتی ہیں تو کسی کے بارے میں جب تک کمپنی کی طرف سے یا عینی شاہدین کی طرف سے متعین طور پر نہ کہہ دیا جائے کہ اس میں ملاوٹ ہے، اس وقت تک ملاوٹ کا دعویٰ محض بلا دلیل ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے اور متعین طور پر ثابت ہونے کی صورت میں تبدیلی ماہیت کے ہونے کی وجہ سے جائز ہے، (بہت سے لوگ خود پنیر کا استعمال کرتے ہیں، اس مسئلہ میں ان کے لئے بھی مستقل رہنمائی ہے)

خلاصہ کلام یہ ہے حضرات علماء کرام مفتیان عظام کے سامنے کئی اصول وضوابط ہیں، ان سب کا لحاظ کرنا ان کیلئے ضروری ہوتا ہے، ورنہ ایک ضابطہ کو لے کر باقی اصول سے صرف نظر کرنے کی صورت میں امت کیلئے دشواریاں اور مشکلات کھڑی ہو جانے کا خدشہ ہے تو دوسری طرف شریعت کے بہت سے مصالح اور فوائد سے محرومی کا خطرہ ہے، اس لئے مسئلہ کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے انتہائی تفکر وتدبر کے ساتھ ساری صورتوں کو انھوں نے واضح کر دیا ہے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ ملاوٹ ثابت ہو جائے، تب بھی اصول وضوابط کی رو سے مسئلہ شرعیہ وہی ہے جو مذکور ہوا، اس لئے کہ فتویٰ میں سہولت وآسانی اور یسر مطلوب ہوتا ہے، لوگوں کو مشقت تنگی ودشواری اور حرج میں ڈالنا ہرگز پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (یسروا ولا تعسروا) لیکن عموما یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ناعاقبت اندیشی اور جلد بازی کا شکار ہو کر یا جذبات سے مغلوبیت کے نتیجہ میں لوگ بائیکاٹ کی اور حرام ہونے کی باتیں کرتے رہتے ہیں، لیکن عملی میدان میں جب بازار کی صورت حالی یہ سامنے آتی ہے کہ مارکیٹ پر انہیں یہودی، عیسائیوں کا قبضہ ہے اور یہی مخدوش و مشتبہ کمپنیاں ہر طرف چھائی ہوئی ہیں، ان کی مصنوعات سے ان شبہات والی مشتبہ چیزوں سے بچنا اپنے قبضہ سے باہر معلوم ہوتا ہے تو بے بسی کا شکار ہو جاتے ہیں، انجام کار شرعی مسئلہ ایک تماشہ اور اضحوکہ یا عجوبہ بن جاتا ہے، اس کا علاج اور تیر بہدف نسخہ یہی ہے، جس کو قرآن وحدیث نے بتایا ہے کہ مسلمان خصوصاً یہود ونصاریٰ سے دوستی، ان پر بھروسہ، ان سے لین دین اور معاملات سے حتی الامکان بالکلیہ پرہیز کریں اور اپنے طور پر یا حکومتوں کے تعاون سے میدان عمل میں آگے بڑھ کر ذرائع اور وسائل کو اپنے ہاتھ میں لیں، مارکیٹ پر اپنا قبضہ کریں اور جہاں تک ہوسکے خود کفیل ہونے کی کوشش کریں اور حکومتوں کو بھی بیدار کریں، بیداری کی تحریک چلائیں، عوام اور حکومتوں کو تفصیل سے بتائیں کہ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کا مارکیٹ پر قبضہ ملک وقوم کے لئے اور ملک کی اقتصادی حالت کیلئے انتہائی تباہ کن اور غربت اور بے روزگاری کو بڑھاوا دینے والا ہے، تو دوسری طرف نت نئی بیماریوں کا جنم دینے والا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو ملیّ، دینی غیرت وحمیت کا اور ملکی وقومی مصالح کا مقتضا یہی ہے کہ ملک وقوم اور ملت ان دشمنوں کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کرے اور اپنی مصنوعات کو فروغ دے اور بیرونی مصنوعات یعنی یہود ونصاریٰ جو شروع سے سازشی طور پر دنیا کے مارکیٹ پر قبضہ کئے ہوئے اور ساری دنیا سے دولت سمیٹ کر ان کے کھاتوں میں منجمد ہو رہی ہے، تو عوام کی اسی دولت سے وہ دنیا میں بدامنی انتشار اور خوں ریزی پھیلا رہے ہیں۔

ان سب کا علاج یہی ہے کہ ان کے مقابلہ میں اپنی مصنوعات کو ہر طرف پھیلایا جائے تاکہ ماحول میں شفافیت برقرار رہے اور معاشرے کو سکون ملے۔ وما علینا الا البلاغ۔

اللھم ارنا الاشیاء کما ھی اللھم فقھنا فی الدین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

❁ ❁ ❁

اسٹار نیوز کا پروگرام ’بے نقاب‘:

مفتی بے نقاب یا میڈیا کی مسلم دشمنی بے نقاب؟

از: محمد اللہ خلیلی قاسمی
شعبۂ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

۱۶/ستمبر کی شام کو اسٹار نیوز پر ایک خصوصی پرگرام پیش کیا گیا جس کا عنوان تھا: ’بے نقاب‘۔ اس خصوصی رپورٹ میں دعوی کیا گیا تھا کہ کچھ مفتی حضرات نے سائل کی منشاء کے موافق روپئے لے کر فتوی جاری کیا ہے۔ مجھے اس رپورٹ کے خصوصاً اس حصے کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالنی ہے جن کا تعلق دارالعلوم دیوبند اور حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب کی ذات گرامی سے ہے۔

اسٹار نیوز آسٹریلیا کے عیسائی کا چینل ہے جو ہندی میں خبریں نشر کرتا ہے۔ اسٹار نیوز سیٹلائٹ چینل ہونے کی وجہ سے دنیا کے تقریباً تمام اہم ملکوں اور خطوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسٹار نیوز کے اس پرگرام ’بے نقاب‘ میں تقریباً دو ڈھائی گھنٹے کے دوران یہ پیش کیا گیا ہے کہ مفتی فتووں کے عوض پیسے لیتے ہیں اور سوال پوچھنے والے کی مرضی کے مطابق شریعت کو توڑ مروڑ کر فتوے جاری کردیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خلاف شریعت فتوی جاری کرنے کے لیے رشوت لینے کے جرم عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس پورے پروگرام میں مفتیوں کو بے ایمان، فتووں کے دلال، دھرم کے ٹھیکیدار جیسے القاب سے نوازا گیا ہے۔ نیز، فتووں کا فریب، فتووں کا فساد، فتوے کی فیس وغیرہ کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ مفتیوں پر آستھا (عقیدت) اور جذبات سے کھلواڑ، سموداۓ (معاشرہ) کو بدنام کرنے، دھرم پر وشواس رکھنے والوں کو گمراہ کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔

پروگرام میں پیش کیے گئے فتوے دارالعلوم دیوبند، مدرسہ امینیہ دہلی، اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی، مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ، مدرسہ محمودیہ میرٹھ وغیرہ کے مفتیان کرام سے حاصل کیے گئے

تھے۔ بے نقاب پروگرام میں پیش کیے گئے فتوے کچھ اس قسم کے تھے: کریڈٹ کارڈ کا استعمال ناجائز ہے، لڑکیوں کا جینس اور ٹی شرٹ پہننا ناجائز ہے، مسلمانوں کا فلموں میں کام کرنا ناجائز اور ان کی کمائی حرام ہے، عورتوں کا ایسے کھیل کھیلنا جس میں ان کے بدن کا کوئی عضو دکھائی دیتا ہو ناجائز ہے، ڈبل بیڈ کا استعمال ناجائز ہے، ٹی وی دیکھنا ناجائز ہے، پولیو خوارک مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہے، برتھ کنٹرول کی تدبیر اختیار کرنا ناجائز ہے، وغیرہ۔

’بے نقاب‘ جھوٹ کا پلندہ

قابل غور بات یہ ہے کہ تقریباً ان تمام مسئلوں پر مفتیان کرام نے جو جوابات دیے تھے وہ اپنی جگہ پر صحیح اور شریعت اسلامیہ کے مطابق تھے۔ خود بے نقاب پروا گرام نے اپنے الفاظ میں جو فتوے پیش کیے (ڈبل بیڈ کی حرمت سے متعلق فتوے کے علاوہ) وہ سارے فتوے از روئے شرع بالکل صحیح تھے۔ لیکن ان کو اس انداز اور ایسے تبصروں کے ساتھ پیش کیا گیا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ سارے فتوے شریعت اسلامیہ کے خلاف اور سائل کی منشاء و مرضی کے موافق پیسے لے کر جاری کیے گئے ہیں۔ اسٹار نیوز کا یہ جادو چل بھی گیا اور اچھے خاصے لوگ اس کے دام تزویر میں گرفتار ہوکر اول وہلہ میں اس واقعہ کو صدفی صد سچ سمجھ بیٹھے۔ ممبئ کے ایک مہربان نے جو عالم دین بھی ہیں، اس پروگرام کو دیکھنے کے بعد ٹی وی ہی پر یہ تاثر دیا کہ ایسے مفتیوں کو سرعام پھانسی دیدینا چاہیے۔ اسٹار نیوز کے اس ڈھائی گھنٹے کے پروگرام نے پوری ملت اسلامیہ اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند سے وابستہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے ایک طرف اس پروگرام میں دارالعلوم دیوبند کے مفتی حبیب الرحمٰن صاحب کو پیسوں کے عوض فتوی دینے کا الزام لگایا گیا، اور دوسری طرف ان دیگر مفتیوں کو بھی دارالعلوم دیوبند سے منسوب کر کے دکھایا گیا کہ یہ مفتی دارالعلوم دیوبند سے مفتی کے سند حاصل کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ پورا معاملہ کہیں نہ کہیں دارالعلوم دیوبند سے جوڑا گیا۔

پروگرام میں جگہ جگہ بار بار یہ دعوی کیا گیا ہے کہ من چاہا فتوی حاصل کرنے کے عوض رقم دینے کے متعلق مفتی سے پیشگی بات ہوچکی تھی، لیکن کہیں بھی صاف طور پر انھوں نے اس سودے بازی کا منظر نہیں دکھایا ہے۔ علاوہ ازیں، اسٹار نیوز نے اپنے پروگرام میں ان فتاوی سے اپنے مطلب کے مطابق ادھر ادھر سے عبارتیں لے لیں اور اسی کو پیش کردیا، حالاں کہ اہل علم جانتے

ہیں کہ کسی بھی استفتاء کا جواب سوال کی نوعیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ پورے استفتاء اور فتوی کو دیکھے بغیر اس کے کسی جز کے متعلق کسی حتمی رائے کا اظہار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسٹار نیوز نے یہاں بھی عیاری سے کام لیتے ہوئے استفتاء، اس کے پس منظر اور سوال کی نوعیت کو حذف کر کے محض وہ اجزاء پیش کیے جو نہ صرف مفتی کے منشاء کے خلاف تھے بلکہ دیانت وانصاف کے عالمی اصول سے بھی ٹکراتے تھے۔ مفتیوں نے ان کی مرضی کے مطابق فتوی تو نہیں دیا لیکن انھوں نے ان فتاوی کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ضرور بنالیا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس اس پروگرام کی ویڈیو فائل میں بہت زیادہ ایڈیٹنگ سے کام لیا گیا۔ کسی بھی پروگرام کو تیار کرنے کے لیے ویڈیو کو ایڈیٹ کرنا اور اس کے مختلف اہم ٹکڑوں کو ملا کر فلم تیار کرنا ضروری امر ہوتا ہے۔ اس سے انکار وفرار کی گنجائش نہیں، لیکن یہ چیز اس وقت قابل اعتراض بن جاتی ہے جب اس میں ہیرا پھیری، دھوکہ دہی اور جعل سازی سے کام لیا گیا ہو، ایک جگہ کے واقعہ کو دوسری جگہ کے واقعہ سے جوڑ کر غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہو، ایک وقت کی بات دوسرے وقت کی بات سے ملا کر بے بنیاد نتیجہ نکالا گیا ہو۔ اسٹار نیوز کے ’بے نقاب‘ پروگرام میں اس پیشہ ورانہ مہارت کا انتہائی چالاکی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

نیز، مفتیان کرام سے جو فتاوی حاصل کیے گئے انکے سوالات کے انتخاب میں کافی فنکارانہ عیاری سے کام لیا گیا تھا۔ چناں چہ ایسے سوالات کا انتخاب کیا گیا جن کا تعلق عام مسلمانوں کی زندگی اور ان کے جذبات سے تھا۔ کریڈٹ کارڈ، ٹی وی کا عدم جواز، فلموں اور کھیلوں میں مسلمانوں کے شمولیت پر پابندی، برتھ کنٹرول اور لڑکیوں کے لیے جینس وٹی شرٹ کی مخالفت؛ یہ ایسے مسائل تھے جس میں عموماً مسلم طبقہ بھی ملوث ہے، ان مسائل کے متعلق ان فتووں کو دکھا کر یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی گئی یہ مفتی دھرم کے ٹھیکیدار، سطحی ذہنیت رکھنے والے، قدامت پسند اور ترقی کے مخالف ہیں اور جیسا چاہتے ہیں شریعت کو توڑ مڑوڑ کر فتوی جاری کردیتے ہیں۔

فتوی میں تبدیلی کی گئی

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس پروگرام میں حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب (مفتی دارالعلوم دیوبند) کے جس فتوے کو پیش کیا گیا، اس میں تبدیلی کی گئی ہے۔ نیچے سوال وجواب کی عبارت بعینہٖ درج کی جاتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں ہمارے ملک کے اندر اور مختلف بینک کے ذریعہ کریڈٹ کارڈ جاری کرتا ہے۔ پہلے تو لوگ لالچ میں آکر کریڈٹ کارڈ بنوالیتے ہیں اور بعد میں بہت موٹی رقم بیاج کے طور پر ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیا اسلام کے اندر بیاج لینا دینا اور کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے نوازیں۔ فقط

محمد عامر بن جاوید حق، ایل ۱۸- کالکاجی، نئی دہلی

الجواب: وباللہ التوفیق! فی نفسہٖ کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے۔ البتہ اگر اس کے ذریعہ دھوکہ دیا یا لاپرواہی وغفلت میں سود دیا تو پھر کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہ ہوگا، بلکہ گناہ ہوگا۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے: لعن رسول الله ﷺ علی اٰکل الربوا و مؤکله الخ. واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن عفی اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند

مفتی صاحب نے فتوی میں یہ لکھا تھا کہ ’فی نفسہٖ کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے‘۔ دارالافتاء کا رجسٹر جس میں حضرت مفتی صاحب کے جاری شدہ فتاوی درج ہوتے ہیں، اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اگلی عبارت میں کریڈٹ کارڈ کے سود اور دھوکہ پر مبنی استعمال کے عدم جواز کا استثناء کیا گیا۔ لیکن اس پروگرام میں جو فتوی دکھایا گیا، اسکرین پر اس کو روک کر پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ فتوی میں لفظ ”جائز ہے“ سے پہلے ”نا“ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ٹی وی پر جب اس کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس وقت ”جائز نہیں“ کے ساتھ سنایا گیا۔ ٹی وی پر اس کا ہندی ترجمہ یوں لکھا گیا:

> کریڈٹ کارڈ کا استعمال ناجائز ہے۔ اگر اس کے ذریعہ دھوکا دیا یا لاپرواہی اور انجانے میں سود دیا تو پھر کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہوگا، بلکہ گناہ گار ہوگا کیوں کہ سود کا لینا جس طرح گناہ ہے اسی طرح سود کا دینا بھی گناہ ہے۔

درج بالا عبارت کو پڑھ کر زبان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس میں کی گئی جعل سازی کو پکڑ سکتا ہے۔ اولاً، کریڈٹ کارڈ کے استعمال کو ناجائز کہا گیا اور پھر استثناء کرنے کے بعد بھی اس کو ناجائز ہی کہا گیا جس سے پوری عبارت کا مفہوم ہی خبط ہو کر رہ گیا ہے۔ سچ ہے:

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

دیگر فتاوی کے بارے میں ہمیں اب تک تحقیق نہیں ہوئی۔ لیکن بعید نہیں کہ ان میں بھی ایسی تبدیلی کی گئی ہو۔ اگر تبدیلی نہ بھی کی گئی ہو تو بھی بہر حال اتنا صاف ہے کہ انھوں نے صحیح فتاوی کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر منفی انداز سے پیش کیا۔

مفتی صاحب پر روپئے لینے کا بے ہودہ الزام

اسٹار نیوز نے اس پروگرام میں یہ دعوی کیا ہے کہ انھوں نے مفتی حبیب الرحمٰن صاحب کو کریڈٹ کارڈ کے عدم جواز کا فتوی دینے کے عوض میں پانچ ہزار روپئے دیے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹی وی پر جو منظر پیش کیا گیا ہے اس سے بادیٔ النظر میں یہ مغالطہ تو دیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے مفتی صاحب کو رقم دی ہے۔ لیکن اسے بغور دیکھنے سے 'بے نقاب' ٹیم کی بدنیتی اور جعل سازی بالکل بے نقاب ہوجاتی ہے۔ اس میں ایک طرف یہ دکھایا گیا ہے کہ رپورٹر روپئے گن رہے ہیں اور پھر درمیان میں بے ربط سے مناظر کے بعد مفتی صاحب کو اپنے بیگ میں کچھ روپئے رکھتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس پورے منظر میں کہیں بھی روپئے دیتے اور مفتی صاحب کو روپئے لیتے نہیں دکھایا گیا ہے، جب کہ یہی سین اس پوری فلم کا سب سے اہم حصہ ہوسکتا تھا، اور یہی غائب ہے۔

مفتی صاحب کا روپیہ نہ لینا درج ذیل وجوہ سے ظاہر ہے:

- مفتی صاحب نے اس سے خود انکار کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ قائم شدہ تحقیقاتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں اس کو غلط بتایا ہے۔ دفتر اہتمام سے جاری پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ مفتی صاحب جو رقم رکھتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں وہ رقم ایک کتب خانے سے ان کی کتابوں کی فروخت کے عوض اتفاقاً اسی وقت آئی تھی جسے وہ اپنے بیگ میں رکھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے اسی منظر کو قید کرکے اس کو رقم قبول کرنے سے جوڑ دیا۔
- اس معاملہ میں دارالافتاء ہی کے دوسرے مفتی محمود حسن صاحب جن کی نشست گاہ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب کے بالکل قریب ہے، ان کی شہادت ہے کہ فتوی پوچھنے والوں نے مفتی صاحب کو میرے سامنے رقم دینے کی پیش کش کی لیکن مفتی صاحب نے اسے سختی سے مسترد کردیا۔ اس طرح دوبار پیش آیا۔ اس پروگرام میں مفتی صاحب کے مکرر انکار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
- تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ فتوئ پوچھنے والے کے ساتھ محمد عمران نامی جو شخص

آیا تھا، اس نے خود اقرار کیا ہے کہ مفتی صاحب نے کسی بھی طرح کی کوئی رقم قبول نہیں کی۔

- پروگرام میں فتوی پوچھنے والے جو نوٹ مفتی صاحب کو دینے کے لیے گن رہے ہیں وہ پانچ پانچ سو کے نوٹ ہیں اور ان کا دعوی ہے کہ انھوں نے مفتی صاحب کو فتوی کے عوض پانچ ہزار روپئے دیے، اس طرح پانچ ہزار میں پانچ کے صرف دس نوٹ بنیں گے جن کو اگر موڑ کر رکھا جائے تو ان کی موٹائی کوئی زیادہ نہیں ہوگی جب کہ مفتی صاحب جو نوٹ اپنے بیگ میں رکھ رہے ہیں ان کی تہہ نسبتاً کافی موٹی ہے اور وہ کسی بھی صورت میں (پانچ پانچ سو کی) پانچ ہزار رقم نہیں ہوسکتی۔
- انھوں نے دعوی کیا ہے کہ انھوں نے اپنی مرضی کا فتوی حاصل کرنے کے لیے مفتی صاحب کو رشوت دی۔ آخر جب فتوی شریعت اسلامیہ کی رو سے صحیح اور درست تھا تو پھر رشوت کا کیا مطلب؟
- مفتی حبیب الرحمٰن صاحب سے متعلق پورے منظر میں کہیں بھی حضرت مفتی صاحب کی کوئی بات صاف اور واضح طور پر سنائی نہیں گئی ہے جب کہ اسی منظر میں اور اس طرح کے دوسرے مناظر میں دوسرے افراد کی آواز صاف طور پر سنائی دیتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے علاوہ دیگر اداروں کے مفتی حضرات سے بھی انھوں نے روپیوں کے بدلے من چاہا فتوی حاصل کرنے کا دعوی کیا ہے۔ تقریباً ان تمام اداروں نے اسٹار نیوز کے دعوے کو بے بنیاد اور غلط بتایا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ تاہم، دہلی کے ایک مفتی نے کچھ رقم لینے کی بات قبول کی ہے۔ ان کے بقول ایک وقت فتوی لے کر جانے کے بعد یہ لوگ دوبارہ ان کے پاس آئے اور ہدیہ کے نام پر کچھ روپئے قبول کرنے کے لیے اصرار کیا جسے انھوں نے آخر کار قبول کرلیا۔ ٹی وی پر اس منظر کو رشوت لینے سے تعبیر کیا گیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر کوئی مفتی شریعت کے عین مطابق اور بلا کسی دباؤ کے فتوی دے رہا ہو اور بالفرض اگر وہ فتوی دینے کے بعد کوئی رقم ہدیہ کے عنوان سے قبول بھی کرتا ہے تو اس میں شرعاً وعرفاً کوئی ایسی قباحت بھی نہیں کہ اس کے اس انفرادی اور اتفاقی واقعہ کو ملک میں مروج بدعنوانی ورشوت خوری کے مماثل ومساوی قرار دیدیا جائے۔

یہ ایک گھناؤنی اور قابل مذمت سازش ہے

اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ دشمنان اسلام اس وقت پوری دنیا میں

جس طرح مختلف محاذوں پر اور مختلف عنوانات کے ساتھ اسلام پر حملے کررہے ہیں یہ معاملہ کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ، اعمال واخلاق اور ملک وسیاست پر جس انداز سے حملے ہورہے ہیں وہ دشمنانِ اسلام کی طویل مدتی منظّم اور منصوبہ بند سازش کا ایک حصہ ہیں۔ خصوصاً گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد سے افغانستان، عراق وفلسطین پر ہونے والی یورشیں اس دعوی کا بین ثبوت ہیں۔ فوجی محاذ پر عالم اسلام کے خلاف جو غیر اعلانیہ صلیبی جنگ چھیڑی گئی ہے یہ تو الگ رہی، اس کے علاوہ داخلی سطح پر جس طرح سے مسلم ممالک پر اسلامی نصابہائے تعلیم تبدیل کیے جانے اور مدارس ومعاہد اسلامیہ پر شکنجہ کسنے کے لیے دباؤ اور دھمکی کی پالیسی اپنائی جارہی ہے، وہ بھی حالیہ واقعات سے ادنی دلچسپی رکھنے والے سے مخفی نہیں۔

پچھلی صدی کی آخری دہائی میں طالبان تحریک کے عروج کے بعد اسلام دشمن طاقتوں کو اس کا اندازہ ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کی عالمی دینی بیداری، تصلب، دعوتی سرگرمیوں اور بقول ان کے اسلامی بنیاد پرستی وشدت پسندی کا منبع ومصدر یہی دارالعلوم، اس نہج پر چلنے والے تعلیمی مدارس اور دینی وتبلیغی جماعتیں ہیں۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کی اسی روح کو کچلنے کے درپے ہیں۔ اس معاملہ کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ تقریباً تمام عالم اسلام کے اندر مسلم دشمن طاقتیں اپنی عیارانہ اور تہدید آمیز پالیسیوں کے نفاذ میں کامیاب ہورہی ہیں۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان اور ان کے دینی معاہد ومدارس ان کی سازشوں کے جال سے بہت حد تک محفوظ ہیں۔ وہ عالم اسلام کے تقریباً تمام ہی ممالک حتی کے عالم عرب کے مدارس ومعاہد میں جاری نصابہائے تعلیم کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کررہے ہیں۔ خود پاکستان کے مدرسوں اور دینی جماعتوں پر نکیل کسنے میں انھیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ہندوستان کے مدارس اور دینی جماعتوں کو ہزار پروپیگنڈہ اور کوششوں کے باوجود رام کرنے میں کوئی نمایاں کامیابی نہیں مل سکی ہے۔

علاوہ ازیں، اس وقت پوری دنیا میں فقہ اسلامی خصوصاً فقہ حنفی کے خلاف ایک طوفان اٹھایا گیا ہے۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں اور نہ ہی یہ صرف اپنے چند ناسمجھوں کی ناسمجھی کا نتیجہ ہے؛ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اس سازش کی زمام کار بھی اسی مغرب کے ہاتھ میں ہے۔ فقہ اسلامی جس کی اساس فقہ حنفی ہی کو کہا جاسکتا ہے، آج تک اس کا متبادل نہ اقوام متحدہ کا چارٹر (Charter) پیش کرسکا ہے اور نہ یورپ وامریکہ کے نام نہاد جمہوری قوانین ودساتیر۔ مسلمانوں کا قانون اسلامی چودہ صدی قبل اس وقت مدون ہوچکا تھا جب آج کے جمہوریت ومساوات انسانی کے علم

برداروں کے آباء واجداد پہاڑوں میں بھیڑیں چراتے تھے یا آپس میں اس طرح برسرِ پیکار تھے کہ ایسی باہمی آویزشیں چشم فلک نے دیکھی بھی نہ ہوں گی۔ اسی کے ساتھ یہ قانون اس حد تک کامل و مکمل، فطری اور لچکدار ہے کہ وقت کے ساتھ بدلنے والے حالات سے بالکل ہم آہنگ ہوجاتا ہے۔ مغربی دنیا اسلام، پیغمبر اسلام اور اسلامی شخصیات کی اہمیت وحیثیت گھٹانے، انھیں بدنام کرنے اور انھیں جاہل ووحشی ثابت کرنے کی اپنی پرانی ڈگر پر اب بھی قائم ہے۔ اس نے ہمیشہ اسلامی شخصیات، اسلامی علوم اور اسلامی کارناموں کو گھٹا کر یا اسے بدنام کرکے پیش کیا ہے۔ خود انھوں نے فقہ اسلامی کے بارے میں یہ ہوّا اڑایا تھا کہ اس کی بنیاد قانون روما (Roman Law) پر رکھی گئی ہے۔ آج تحقیقات سے اس مغربی الزام کی دھجیاں اڑ چکی ہیں۔ ایک طرف تو فقہ اسلامی کی یہ حیثیت کہ ساری دنیا میں اس جیسا جامع ومکمل اور قدیم قانون نہیں۔ اور دوسری طرف اس کی یہ اہمیت کہ آج مسلم معاشرے کی بنیاد یہی فقہ ہے، اس کی عملی زندگی کی روح فقہ ہے، کم وبیش سارے عالم اسلام میں اسی فقہ اسلامی کی حکمرانی ہے۔

مغرب کے دسیسہ کاروں نے فقہ کے اس قلعہ میں نقب زنی کی کوشش شروع کی۔ آج فقہ اسلامی کے نام پر ہنگامہ مچانے والے اپنے بھی کسی نہ کسی طرح شعوری یا لاشعوری طور پر اسی مغربی سازش کے آلۂ کار بن رہے ہیں۔ آج مغرب میں فقہ اسلامی اور شریعت اسلامیہ کے نام پر تحقیق و ریسرچ کا خاصا چسکا پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں کتابیں معرض وجود میں آرہی ہیں۔ ان تحقیقات، کتابوں اور پروپیگنڈوں کا مقصد فقہ اسلامی کو بدنام کرنا اور اس سے مسلمانوں کا رشتہ منقطع کردینا ہے، کیوں کہ اگر فقہ وشریعت سے مسلمانوں کا رشتہ کٹ جائے گا تو مسلمان عملی طور پر اپاہج ہوجائیں گے اور فقہ کے چشمۂ صافی سے قرآن وحدیث کا جوآب حیواں اُن کے معاشرے کے رگ وریشہ میں رواں دواں ہے وہ گدلا ہوجائے گا۔

خصوصاً برصغیر میں فتوی کی جو اہمیت وحیثیت ہے وہ کسی ذی علم سے مخفی نہیں۔ تقریباً سارے ہی مسلمان فتوی کو اعتبار واعتماد اور عظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے مسئلے محض ایک مفتی کی رائے پر (جو عدالتی فیصلہ کی طرح لازمی وجبری نہیں ہوتی) حل ہوجاتے اور وہ ادب واحترام سے اس فیصلے کو مان لیتے ہیں۔ امریکی واسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کے فتوی کے سلسلے میں قارئین کو یاد ہوگا کہ پورے برصغیر خصوصاً اور پورے عالم اسلام میں عموماً امریکہ واسرائیل مخالف فضا کی ایک لہر پیدا ہوگئی تھی۔ اسی کے نتیجے میں پیپسی وکوکا کولا کی

کمپنیوں کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا تھا۔

ظاہر ہے کہ جب فتووں، مفتیان کرام اور مدرسوں کے ساتھ مسلم عوام کو اس درجہ عقیدت و محبت اور تعلق خاطر ہے تو ان مدارس وعلماء سے عوام کو کاٹنے میں یہ لوگ کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں؟ آخر انھوں نے اس کی شکل یہ نکالی کہ مدرسوں، علماء اور مفتیان سے سادہ لوح مسلمانوں کو بدگمان کیا جائے۔ اور اس کے لیے میڈیا کا طاقت ور ہتھیار ان کے پاس ہے ہی۔ اگر وہ مسلم عوام کو علماء و مدراس سے بدگمان کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر ان کے لیے آگے کے سارے مرحلے آسان ہوجائیں گے۔ ان مدرسوں کے نصاب میں تبدیلی آسان ہوسکتی ہے، ان پر شکنجہ کسنا سہل ہوجائے گا اور حتی کہ معمولی الزامات لگا کر ان کو بند کرانا کچھ مشکل نہ ہوگا؛ کیوں کہ عوامی مزاحمت وبغاوت کا خطرہ ٹل جائے گا۔ گذشتہ کئی سالوں سے اس منصوبے پر عمل جاری ہے اور آئے دن گاؤ ذبیحہ، ٹی وی، عارف گڑیا، عمرانہ معاملہ، ثانیہ مرزا، انشورنش، وندے ماترم وغیرہ موضوعات پر فتوے کو اچھالنے کی حرکت، اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔

میڈیا اس زمانہ کا ایک انتہائی طاقتور ہتھیار ہے جو افسوس کی بات یہ ہے کہ تقریباً پورا کا پورا غیروں کے ہاتھوں میں ہے۔ میڈیا خود کو جمہوریت کا پانچواں ستون کہتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، خصوصاً مسلمانوں سے متعلق مسائل میں منفی انداز اپنانا اس کا وطیرہ بن چکا ہے۔ ہر اخبار اور ٹی وی چینل ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور سنسنی خیز مواد حاصل کرنے میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ بسا اوقات بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا دیا جاتا ہے جس میں کتنے بے گناہ اور معصوم افراد میڈیا کی 'ہاٹ نیوز' کی بھوک کا شکار بن جاتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

نام نہاد مہذب دنیا کا دوہرا رویہ

از: ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی
۱۵- گاندھی روڈ، دہرہ دون

۴۵۰سو سالوں میں ۲۶۵۹ جنگیں لڑنے والے جنگجو یوروپ اور سالانہ ۲۰-۱۵ ارب ڈالر کی اسلحہ کی تجارت کرنے والا امریکہ مل کر اسلام اور مسلمانوں کی ایک شرانگیز تصویر بنارہے ہیں جس کی کڑی اہانت رسول پر مبنی شائع کارٹون اوران کی مختلف ممالک میں بار بار اشاعت شامل ہے۔اور اس شرمناک فتنہ پروری کو آزادیٔ اظہار کے نام پر جائز ٹھہریا جارہا ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کے انگریزی پریس کا بڑا حصہ اِس فتنہ انگیزی کی حمات میں شامل ہے۔مگراس منافقانہ کردار کو عیاں اور واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ جس ہندوستانی اخبار نے اس کی حمایت کی اسی نے امریکہ میں شراب کی بوتل اور اشتہار میں ''درگا'' کی تصویر بنانے پر اعتراض کیا اور پہلے صفحہ پر شائع کیا اور نیتجتاً اس کمپنی نے اُسی دن 15/2/06 کو اپنا اشتہار واپس لے لیا۔اس دن منافقانہ کردار کی ایک اور بے شرم مثال برطانوی پارلیمنٹ میں دیکھنے کو ملی جس میں ''دہشت گردی'' کی تعریف یا ''بڑائی کرنا'' بھی جرم میں شامل کیا گیا۔جبکہ نہ تو دہشت گردی کی تعریف متعین ہے اورنہ ''تعریف'' یا ''بڑائی'' کی تعریف بیان کی گئی ہے۔اگر دہشت گردی کی تعریف بھی جرم ہے تو اہانت رسول ﷺ کیوں جرم نہیں؟ کیا اس سے بدامنی نہیں پھیلتی؟ کیا اس سے جانی مالی نقصان نہیں ہوتا؟ کیا اس سے دل مجروح نہیں ہوتے؟ کیا اہانت رسول ﷺ سے اور اِس کی ناجائز سرکاری حمایت سے غصہ نہیں پیدا ہوگا؟ پھر اس آزادی کے معاملہ میں بھی اِن منافقین کا رویہ قابل نفرت ہے۔ اسلام کی ہتک برطانیہ میں جرم نہیں ہے مگر عیسائیت کی ہتک جرم ہے۔

گذشتہ سال ۲۰۰۵ء میں اقوام متحدہ میں یہ ریزولیشن پاس ہوا ہے کہ Zionist ''صیہونیت'' کی اصطلاح کا استعمال قانوناً پوری دنیا میں جرم قرار دیا جائے۔اس کے علاوہ قارئین کو غالباً یاد

ہوگا کہ گذشتہ سال ۲۰۰۵ء میں شاہزادہ ہیری Harry نے کسی مزاحیہ تفریحی پروگرام میں نازی ڈریس پوشاک پہن لی تھی جس پر سواستک 卐 کا نشان بنا ہوا تھا جو ہٹلر کی فوج کی وردی پر بھی بنا ہوتا تھا۔مگر دراصل وہ ایک آریائی مذہبی تہذیبی علامت ہے۔جس کا مطلب ہوتا ہے (یہ اچھا/ٹھیک ہے) صرف ڈریس پہننے پر جو ہنگامہ صہیونی لابی، یوروپی سرکار اور میڈیا نے اٹھایا تھا وہ قارئین کو یاد ہوگا۔کہا یہ گیا کہ اس سے اتنے بڑے ظالم اور ظلم کی توقیر ہوئی اور مظلوموں کے دل دکھے۔(کیوں کہ وہ یہودی تھے مسلمان نہیں تھے) جرمنی میں اس نشان کا استعمال ممنوع ہے۔

مگراس واقعے کے بعد پورے یوروپ میں اس علامت کا استعمال قانوناً جرم بنانے کی طرف کارروائی شروع ہوگئی کیوں؟ کیا اس سے تفریح کی آزادی کا حق مجروح نہیں ہوتا؟ ابھی ایرانی اخبار کے ذریعہ ۱۹۲۰ء کے عشرہ میں یوروپ میں یہودیوں پر ہوئے مظالم اور نام نہاد ''ہولوکاسٹ'' پر کارٹون مقابلہ پر یوروپ میں کیوں غصہ ہے؟ کیا اس سے آزادی اظہار رائے پر بندش نہیں پیدا ہوتی؟ یا اس سے یوروپی عیسائیوں کا اصل چہرہ کھلنے کا خوف ہے۔پھر اٹلی کے وزیر روبرٹو کارڈولی کے ذریعہ کارٹون پر مبنی شرٹ تقسیم کرنے اور پہننے کا اعلان کس آزادی یا حق کا استعمال ہے؟ مسلمانوں کے ردعمل میں اِکا دکا تشدد کو تنقید کا نشانہ بنانے والے اس وقت چپ کیوں رہتے ہیں جب انہیں خواہ مخواہ اکسایا جاتا ہے۔ورنہ الگ الگ ملکوں میں کارٹون بار بار کیوں شائع کئے جارہے ہیں؟ اٹلی کا وزیر کیوں قانون ہاتھ میں لے رہا ہے؟ جینوا میں انسانی حقوق پر نمائش کے دوران ایک ماڈل کو جس میں فلسطین میں یہودی ظلم کو دکھایا گیا تھا اسرائیلی سفیر نے خود برباد کرکے اس کے بجلی کے تار پانی میں ڈال دیئے جس سے پورے ہال کو خطرہ ہوگیا تھا۔

مگر ساری مہذب دنیا چپ رہی۔کیوں؟؟